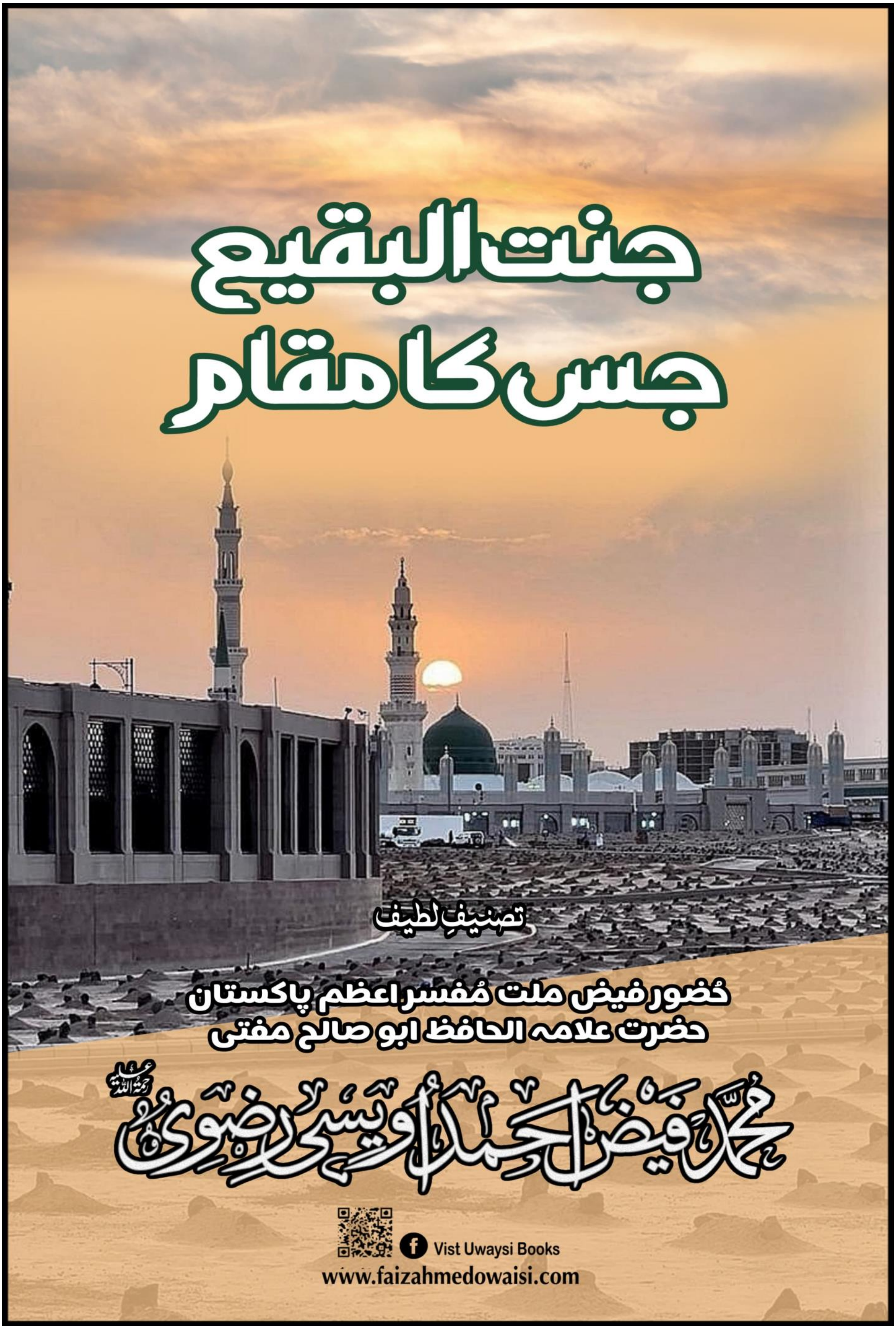

جنت البقیع جس کا مقام

تصنیفِ لطیف

حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Vist Uwaysi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنۡ لَا نَبِيَّ بَعۡدَهٗ

امابعد! آرزوئے عاشقان

زہے نصیب مدینہ مقام ہو جائے　　　دررسول ﷺ پہ قصّہ تمام ہو جائے

فقیر کا نظریہ ہے:

عشقِ مصطفی ﷺ جس کے سینے میں ہے　　　جہاں بھی مرے وہ مدینے میں ہے

اسی طرح اگر جنت البقیع میں دفینے کی آرزو ہے توان شاءاللہ تعالی مرنے کے بعد جنت البقیع میں پہنچایا جائیگا کیونکہ صحیح بخاری جلد اول کتاب ''الجنائز باب نخرج الميّت من القبر و اللحد بعلتهٍ'' میں حدیث شریف سے تصریح ہے کہ حضرت عبداللہ نے اپنے صاحبزادے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ میں غزوہ اُحد میں سب سے پہلے شہید ہوں گا۔ میرا قرض ادا کرنا اور اپنی بہنوں سے اچھا سلوک کرنا۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے شہید ہوئے اور ایک صحابی کے ساتھ ایک ہی قبر میں انھیں رکھا گیا جو مجھے ناگوار گذرا تو چھ مہینے کے بعد جب انہیں اکیلی قبر میں دفن کرنے کے لیے نکالا تو جسم بالکل تروتازہ تھا۔

فاستخرجته بعد ستة أشهر، فإذا هو كيوم وضعته هنية غير أذنه[1]

یعنی میں نے چھ ماہ کے بعد نکالا تو ایسے تھے جیسے آج انہیں دفنایا گیا ہو۔

فائدہ: عالم ظاہر میں مردے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتے ہیں تو عالم برزخ میں بھی ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ فقیر اویسی غفرلہ کی طرح بہت سے احباب متمنی ہیں کہ:

ایمان پہ دے موت مدینہ کی گلی میں　　　مدفن میرا سرکار کی گلیوں میں بنادے

یعنی جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو لیکن زہے قسمت فقیر خود کو اور اپنے جیسوں کو تسلی دلاتا رہتا ہے کہ کہیں بھی مروگے لیکن اٹھوگے جنت البقیع سے کیونکہ بمطابق حدیث شریف ''جیسی نیت ویسی مراد'' اس قاعدہ سے بیشمار مسائل حل ہوتے ہیں۔ منجملہ انکے دفن البقیع بھی ہے۔ ایک لطیفہ یاد آیا۔

[1] (الصحيح البخارى، كتاب الجنائز باب: هل يخرج الميت من القبر واللحد لعلة، 93/2، الحديث 1351، دار طوق النجاة الطبعة: الأولى، 1422ھ)

لطیفہ: چونکہ ہم جیسے کروڑں عشاقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُتَمَنِّی (خواہش مند) ہیں کہ جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو۔ ۱۴۱۱ھ کی حاضری میں سحری وافطار کا انتظام ہمارے پنجابی دوست حاجی بشیر احمد نے کیا جو مدینہ طیبہ میں عرصہ سے مقیم ہیں۔ ایک دفعہ گنبدِ خضراء کے سایہ تلے ہم لوگ سحری سے فارغ ہوئے تو حاجی بشیر احمد نے کہا سب مِلکر دعا کرو کہ مجھے بقیع میں جگہ مل جائے ہم نے سمجھا یہ بھی ہماری طرح بقیع میں دفن ہونا چاہتا ہے۔ ہم نے نہایت عجز و انکسار سے دعا مانگی اس کے بعد وہ دو دن سحری کا کھانا نہ پہنچا سکا۔ جب تیسرے دن آیا تو کالمیت (پُر سکون) محسوس ہو رہا تھا ہم نے حال پوچھا تو کہا کہ قبر کو دھکا دے کر واپس ہوا ہوں ہم نے کہا کہ ہماری دعا مستجاب ہونے والی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری نیت میں فرق ہے۔ ہنس کر کہا کہ آپ نے دعا مانگی آپکا ارادہ ہوگا کہ میں بقیع میں مدفون ہوں حالانکہ میرا ارادہ تھا کہ دعا کرو کہ مجھے بقیع کے اموات دفنانے کی ملازمت مل جائے۔ ہم سب ہنس پڑے اور یاد آیا کہ جیسی نیت ویسی مراد۔

بقیع کا معنیٰ و مفہوم:۔ بقیع بمعنی میدان یہ لفظ عام ہے دنیا میں ہر میدان کو بقیع کہا جاتا ہے بقیع اصل میں صاف میدان کو کہتے ہیں۔ یعنی میدان بہشت یا میدان باغ یہاں غرقد کے درخت تھے اس لئے اسے بقیع الغرقد بھی کہتے ہیں۔ غرقد جنگلی پیلو جیسا درخت ہے اسے خاص کرنے کے لیے الغرقد آگے لفظ بڑھایا جاتا ہے جہاں اب مدینہ پاک کا قبرستان ہے اس میں الغرقد درخت تھا اسی لیے اسے بقیعۃ الغرقد کہا جاتا یہ پہلے قبرستان نہ تھا۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر کرم سے اس بقیع الغرقد اب جنۃ البقیع ہے یعنی جنتی میدان اب جو بھی اس میں دفن ہوا وہ ان شاءاللہ جنتی ہوگا۔ [2]

پہلے مدفون حضرت عثمان بن مظعون رضی اللّٰہ عنہ: سب سے پہلے ۲ھ میں حضرت عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ مہاجر کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دفن فرمایا۔ [3]

بقیع کا ذکر تورات میں یوں ہے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بقیع کی راہ سے مدینہ آرہے تھے، آپ کے ہمراہ ایک اہلِ کتاب بھی تھا۔ جس وقت ہم بقیع کے پاس سے گزرے تو اہلِ کتاب پکار اُٹھا: ''یہی ہے یہی ہے''

حضرتِ مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم یہ کیا کہہ رہے ہو اور کس چیز کے متعلق؟'' اہل کتاب نے بقیع کی طرف اشارہ کرکے کہا

''اس قبرستان کا ذکر تورات میں یوں آیا ہے کہ ''ایک قبرستان کھجور کے درختوں سے گھِرا ہوا ہوگا، ستر ہزار آدمی اس میں سے اٹھیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔'' [4] (تفصیل آتی ہے)

---

[2] (مرآۃ لمناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، 552/2، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

[3] (فتح الباری شرح الصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یکرہ من التبتل، 118/9، مطبوعہ الناشر: دار المعرفۃ بیروت، 1379)

[4] (شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، الملحق الثاني في ذكر شيء من خبر جزهم ولاة مكة ونسبهم، 465/2، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 2000)

جنت البقیع میں دفن ہونے والے خوش نصیب: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عموماً بروز پنج شنبہ (جمعرات) تشریف فرما ہوتے اور مدفونین کے لیے دُعائے مغفرت فرماتے تھے۔[5] چنانچہ ارشادِ نبوی ہے کہ ُاس قبرستان سے ستّر ہزار افراد، بے حساب داخلِ جنت ہوں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کے مانند روشن ہوں گے''۔[6]

روزِ محشر حضور ﷺ اپنے مزار سے) یہاں دفن ہونے والوں کا حشر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا۔ حجرہ مقصورہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھ کر پہلے البقیع تشریف لائیں گے اور یہاں کے مدفون حضرات کے جلو(ہمراہی) میں ''جنت المعلیٰ'' (مکہ مکرمہ) تشریف لے آئینگے۔[7]

ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: ''جو شخص مدینے میں انتقال کرے اور بقیع میں دفن ہو، میں روزِ حشر اس کا سفارشی اور گواہ رہوں گا۔''[8]

جنت البقیع میں دس ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان مدفون ہیں۔ ان کے بعد تابعین و تبع تابعین، ائمہ دین و اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ چودہ سو سال سے یہاں لاکھوں فوت ہونے والے خوش نصیب مسلمان دفن ہوتے آرہے ہیں۔

محل وقوع) گنبد خضراء سے متصل شَرقی (مشرقی، پوربی) جانب مسجد نبوی شریف کے باب الجمعہ سے باہر جنت البقیع کا مشہور قدیمی قبرستان ہے۔ یہ قبرستان جواہرات روحانی کا بینظیر مخزن اور اسرار الٰہیہ کا متبرک معدن ہے مگر سورج کی روشنی میں ستاروں کی روشنی چھپی ہوئی ہے۔ تاریخی روایات میں ہے کہ اس متبرک قبرستان میں دس ہزار صحابہ کرام مدفون ہیں۔ حضرات امہات المومنین (سیدہ خدیجہ اور سیدہ میمونہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے سوا باقی سب یہاں آرام فرما ہیں۔ آئمہ اہل بیت کرام اور بڑے بڑے جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین بے شمار اولیاء عظام یہاں مُحوِاِستِراحَت (آرام سے لیٹے ہوئے) ہیں۔ نجدی حکومت نے ان مزارات کی عظیم الشان تاریخی عمارات کو گرا کر نہایت بے سمجھی کا ثبوت دیا۔ ورنہ کوئی صحیح العقل مسلم فاتحہ اور ایصال ثواب کے سوا کوئی بھی غیر اسلامی کام نہیں کر سکتا۔ بالفرض اگر کوئی غیر اسلامی حرکت کرتا تو سپاہی روک سکتا تھا یادگار عمارتوں کو تو نہ مٹانا چاہیے تھا۔[9]

نام نیک رفتگان ضائع مکن   تابماند نام نیکت برقرار

جنت البقیع کے قبہ جات جو صدیوں سے موجود تھے تفصیلاً تو آنے والے صفحات پر بیان کیے جائیں گے اجمالاً یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

---

5) (مرآۃ لمناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، 552/2، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

6) (المستدرك على الصحيحين. ذِكْرُ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ رضي الله عنها. 88/4. الحديث 6934. دار الكتب العلمية. الطبعة: الأولى. 1411 1990)

7) (جذب القلوب فی دیار المحبوب، ترجمہ تاریخ مدینہ، باب بارہواں، جنت البقیع کے فضائل، 172/1، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاھور، سن اشاعت 2000ء)

8) (سنن الترمذی. ابواب المناقب. باب ما جاء في فضل المدينة. 202/6. الناشر: دار الغرب الإسلامي – بيروت سنة النشر: 1998 ء)

9) (جذب القلوب فی دیار المحبوب، ترجمہ تاریخ مدینہ، باب بارہواں، جنت البقیع کے فضائل، 173/1، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاھور، سن اشاعت 2000ء)

جنت البقیع کے قبہ جات

۱۔قبہ سیدنا ابراھیم رضی اللّٰہ عنہ: پہلے اس قبہ کی پختہ عمارت تھی جس میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ جو سولہ مہینے کی عمر میں انتقال فرما گئے مدفون ہیں اور حضرات عشرہ مبشرہ میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف صاور حضرت سعد بن ابی زرارہ رضی اللہ عنہ بھی مدفون ہیں اور اس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے مشہور صحابی اور خنیس بن ضاعہ اور اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ بھی مدفون ہیں۔حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان کے قرب میں آرام گزیں ہیں۔یہاں ان سب پر نام بنام سلام پڑھا جائے۔

۲۔قبہ سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللّٰہ عنھم: یہ بڑا عالی شان گنبد خلفائے عباسیہ کا تعمیر کرایا ہوا تھا۔اس میں بھی بہت سے قیمتی جواہرات ہیں جن میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن صاور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک، حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ آپ کے صاحبزادے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم آرام فرما ہیں اور بقول صحیح روایت سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی میں آرام فرما ہیں۔(تفصیل آتی ہے)

۳۔قبّہ امھات المومنین: حضرات امہات المومنین کی اکثریت اس میں آرام فرما ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱)حضرت سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا(۲)حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا(۳)حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنھا(ام المساکین جنہوں نے آپ کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا)(۴)حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا(۵)حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ(۶)حضرت زینب بنت سہیل رضی اللہ عنہا(۷)حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا(جن کے متعلق فرمایا تھا کہ سب سے پہلے مجھ سے ملیں گی "اَسْرَعُکُنَّ لِحَاقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا" تم میں مجھ سے جلدی ملنے والی وہ ہے جس کا ہاتھ تم سب سے لمبا ہے)(۸)حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن ضرار خزاعیہ مصطلقیہ(۹)حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا(۱۰)حضرت صفیہ یا زینب رضی اللہ عنہا بنت حیی اخطب اسرائیلیہ(۱۱)حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مزار جنت المعلیٰ مکہ معظمہ میں ہے۔(۱۲)اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ہلالیہ کا مزار مقام سرف نزد تَنْعِیم(ایک مقام کا نام) مکہ معظمہ میں ہے حسنِ اتفاق کہ آپ کا نکاح بھی اسی مقام پر ہوا جہاں آپ کا مزار ہے۔

۴۔قبہ عقیل بن ابی طالب: حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے بھائی عقیل ابن ابی طالب اور سفیان بن الحرث بن عبدالمطلب جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بھتیجے اس میں آرام گزیں ہیں۔

اسی قبہ کے نزدیک ایک دوسرا قبہ تھا جس میں رئیس الانصار حضرت سعد بن معاذ اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین اولادیں اس میں آرام گزیں ہیں۔

۵۔قبہ سیّدہ صفیہ رضی اللّٰہ عنھا: سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی کا یہ قبہ تھا جو نجدی حکومت نے دیگر قبہ جات کی طرح مسمار کرا دیا۔

٦۔ قبہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنھا: حضرت مولا علی، حضرت جعفر اور حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا اس میں مزار تھا بوقت دفن نہایت محبت اور تعظیم کی وجہ سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس ان کی لحد میں لیٹ کر دعا مغفرت فرمائی ہے تفصیل کچھ یوں ہے:

مروی ہے کہ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جنازے کا پایہ اپنے دوش مبارک پر لے لیا اور سارا راستہ کبھی اگلا پایہ جنازے کا اور کبھی پچھلا پایہ لیتے گئے۔ جب قبر پر پہنچے تو آپ ان کی قبر میں اتر کر لحد میں لیٹ گئے پھر باہر تشریف لا کر فرمایا۔ رکھو قبلہ رُو ان کو قبر میں بسم اللہ و علیٰ اسم رسول اللہ پھر ان کے دفن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

جزاك الله من أمٍّ ربِّيبَته خيرًا، فنعمَ الأمُّ نعمُ الربيّة.

اللہ تجھے جزائے خیر دے ماں اور پالنے والی دایہ بہتر خیر۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے آپ سے دو چیزیں فاطمہ بنتِ اسد کے بارے میں ایسی دیکھیں کہ کسی کے بارے میں ایسی نہ دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قمیض سے ان کو کفن دیا، دوسری یہ کہ آپ ان کی قبر میں اتر کر لیٹ گئے۔ فرمایا کہ اپنی قمیض سے ان کو کفن دینے سے مراد یہ تھی کہ ہرگز آتش دوزخ ان کے بدن کو مس نہ کرے اور ان کی قبر کے اندر لیٹنے کا مقصد یہ تھا کہ حق تعالیٰ ان کی قبر کو وسیع کردے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطالب کے بعد میرے ساتھ سوائے فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے کوئی دل سے نیکی کرنے والا نہ تھا۔ میں نے ان کو اپنا پیراہن پہنایا تاکہ حلہ ہائے بہشت ان کو نصیب ہوں اور ان کی قبر میں لیٹا تاکہ بلائے قبر سے خلاصی پائیں اور روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا کر ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اُمی بعد اُمی یعنی میری ماں کے بعد میری ماں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی بہت تعریف فرمائی اور اپنے پیراہن سے ان کا کفن کیا بعد اس کے اسامہ بن زید اور اُبو ایوب انصاری اور عمر بن الخطاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ان کی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب وہ لوگ حسب الحکم کھودنے سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر میں اتر کر لحد اپنے ہاتھ مبارک سے بنائی اور خاک اپنے ہی ہاتھ مبارک سے باہر نکالی اور پھر اس لحد میں آپ لیٹ گئے اور فرمایا۔

اللهُ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، اغْفِرْ لِأُمِّي فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ.

یعنی اللہ تعالیٰ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے۔ وہ زندہ ہے اور نہیں مرتا۔ بخش دے میری ماں فاطمہ بن اسد رضی اللہ عنہا کو اس پر ان کی قبر فراخ اور کشادہ فرما دے اپنے نبی اور میرے قبل کے انبیاء علیہم السلام کے صدقہ میں بیشک تو زیادہ رحم کرنے والوں میں سے ہے۔

پھر باہر آ کر چار تکبیریں ادا فرمائیں اور انہیں لحد میں لٹایا۔ حضرت عباس اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما بھی اس کام میں آپ کے ہمراہ تھے اور عبدالعزیز بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کی قبر میں نہیں اترے سوائے پانچ شخصوں کے اس میں تین عورتیں اور دو مرد ہیں۔ ایک قبر خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو مکہ معظمہ میں ہے اور چار قبروں میں جو مدینہ منورہ میں ہیں ایک اس لڑکے کی قبر جو خدیجہ الکبریٰ رضی

اللہ عنہا کا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی پرورش فرمائی تھی۔ اور دوسری قبر عبداللہ المزنی رضی اللہ عنہ کہ اس کو ذوالجنادین بھی کہتے ہیں۔ تیسری قبر حضرت امّ رومان رضی اللہ عنہا والدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چوتھی قبر حضرت فاطمہ بنتِ اسدرضی اللہ عنھانہایت افسوس ہے کہ اب قبر کا نشان بھی مٹادیا گیا ہے۔[10]

۷۔ قبہ سیّدنا عثمان ذوالنورین: جنت البقیع کے شمال مشرقی جانب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور عالی شان قبہ تھا۔اب برائے نام قبر کا نشان نظر آتا ہے۔(تفصیل آگے)[11]

۸۔ قبہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ: حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے مشہور صاحب مذہب مجتہد ہیں۔ پہلے یہاں ان کا عالی شان قبہ تھا جو نجدی حکومت کے ابتدائی دور میں گرادیا گیا۔ [12]

فائدہ: یہاں اکثر اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی قبروں پر سنگِ مرمر لگاہوا تھا اور ان پر ممتاز حیثیت سی تاریخ وصال اور نام کندہ تھے۔ اب ان کے نشانات تک مٹادیئے گئے ہیں صرف احاطہ کی چاردیواری باقی ہے۔ جو سارے قبرستان جنت البقیع کو گھیرے ہوئے ہے۔(باقی تفصیل آگے ہے)

جنتہ البقیع یا شاھی مھمان خانہ: یہ مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان یہ اس قدر مبارک ہے کہ اس کا تذکرہ تورایت میں بھی ہے چنانچہ:

★حضرت کعب الاخبار بیان کرتے ہیں کہ تورایت میں جنت البقیع کے اوصاف یوں مرقوم ہیں ''جنت البقیع پر اللہ کریم نے ملائکہ مقرر کررکھے ہیں۔ جب یہ پُر ہوجاتا ہے تو فرشتے اسے اٹھاکر جنت میں جھاڑدیتے ہیں۔[13](وفاءالوفا جلد ۲۔ جذب القلوب)

★مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ابن راس جالوت کے ساتھ بقیع کے قبرستان کے قریب سے گذرا۔ جب ہم دونوں حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد زیارت مدینہ مقدسہ کے لئے آئے تھے۔ ابن راس جالوت کی نظر جب بقیع پر پڑی تو بے ساختہ پکار اٹھا انها لهی بیشک یہی ہے۔ مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفسار فرمایا 'وماهي؟' اور یہی کیا چیز ہے؟ ابن راس جالوت نے فرمایا: إنا نجد في كتاب الله صفة مقبرة في شرقيها نخل وفي غربيها بيوت يبعث منها سبعون ألفا كلهم على صورة القمر ليلة البدر۔ ہم اس کے اوصاف تورایت میں موجود پاتے ہیں کہ اس قبرستان

---

10 (جذب القلوب فی دیار المحبوب، ترجمہ تاریخ مدینہ، باب بارھواں، جنت البقیع کے فضائل، ج1/174 ص الی190، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاھور، سن اشاعت2000ء)

11 (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى.الباب الخامس . الفصل السادس فى تعيين بعض فى من دفن بالبقيع . . 98/3 . الناشر: دار الكتب العلمية –بيروت الطبعة: الأولى –1419ه)

12 (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى.الباب الخامس . الفصل السادس فى تعيين بعض فى من دفن بالبقيع . . 102/3 . الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى –1419ه)

13 (جذب القلوب فی دیار المحبوب، ترجمہ تاریخ مدینہ، باب بارھواں، جنت البقیع کے فضائل، 172/1، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاھور، سن اشاعت2000ء)

کے مشرق میں کھجوروں کے باغات اور مغرب میں مکانات ہوں گے۔ قیامت کے دن یہاں سے ستّر ہزار آدمی اٹھیں گے جن کی صورتیں چودھویں کے چاند کی طرح جگمگا رہی ہوں گی۔ (معالم دار الجبرہ ص ۱۲۴، وفاء الوفا جلد ۲) [14]

فضائل بقیع

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

ایک رات محبوبِ خدا اشرفِ انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے اچانک آپ اٹھے اور باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی دبے پاؤں آپ کے پیچھے ہولی۔ مجھے گمان ہوا کہ شاید آپ کسی دوسری بیوی کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدھے جنت البقیع تشریف لے گئے۔ وہاں دیر تک کھڑے رہے۔ تین مرتبہ آپ نے دستِ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی اور پھر جلدی واپس ہوئے۔ میں بھی جلدی میں گھر لوٹ آئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی پہنچ گئی۔ اور چپکے سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ جب آپ تشریف لائے اور مجھ میں اضطراب کے نشانات مشاہدہ فرمائے تو فرمایا "عائشہ کیا بات ہے؟ مضطرب و بے چین کیوں دکھائی دے رہی ہو۔ میں نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ فرمایا وہ سیاہی جو میں نے اپنے سامنے دیکھی تھی شاید تم ہی تھیں۔ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان جائیں ایسا ہی ہے۔

آپ نے اپنا دستِ شفقت میرے سینے پر مار کر فرمایا کیا تو نے گمان کیا تھا کہ خدا اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے ساتھ ناانصافی کریں گے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے حبیب خداوند قدوس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ بات تو ایسے ہی تھی۔ اور یہ سب کچھ بشری تقاضا سے ہوا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جبریل امین تشریف لائے اور باہر ہی سے آواز دی اور پیام خداوندی سنایا کہ آپ بقیع کو تشریف لے چلیں۔ اور اہل بقیع کے لئے دعا و استغفار کریں مجھے یہ گمان ہوا کہ تم سو رہی ہو کیوں بیدار کر کے پریشان کروں۔ اس لئے خاموشی سے چلا گیا۔ آپ کے سلام کے الفاظ اس طرح مروی ہیں۔

السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين، وإنا إن شاء الله بكم للاحقون (مسلم شریف ج ۱۔ نسائی شریف ج ۱) [15]

---

14) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الباب الخامس، الفصل الخامس في فضائل مقابرها، في فضل البقيع، 83/3، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1419هـ)

15) (الصحيح المسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، 669/2، الحديث 974، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت)

قیامت میں دولہا بارات کے ساتھ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''یحشر من ھذہ المقبرۃ سبعون ألفا یدخلون الجنۃ بغیر حساب، وکأن وجوھھم القمر لیلۃ البدر'' [16] (جمع الفوائد جلد نمبر ۱، وفاء الوفا جلد نمبر ۲)

اس قبرستان سے قیامت کے دن ستر ہزار افراد اٹھیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے وہ بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جسے جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہوگا میں اس کے لئے قیامت کے دن شفاعت کروں گا اور گواہی دوں گا۔''

ایک حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ''مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے قبرستانوں سے کسی ایک میں جسے دفن ہونا نصیب ہوگا وہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا جو قیامت کی ہولناکیوں سے مامون ومحفوظ ہوں گے۔'' [17]

فرمایا ''جو آدمی مدینہ طیبہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو چاہیے کہ وہ یہاں ہی سفرِ آخرت کرے اس لئے کہ جسے مدینہ شریف کی موت نصیب ہوگئی وہ قیامت کے دن شرفِ شفاعت اور میری شہادت باسعادت سے مشرف ہوگا۔'' [18] (مسلم شریف جلد نمبر ۱، ترمذی شریف جلد نمبر ۱)

آپ کے دہن مبارک سے بارہا یہ گواہرِ افشانی (خوش بیانی) ہوئی۔

ما علی الأرض بقعۃ أحب إلي من أن یکون قبري بھا منھا» یعني المدینۃ، قالھا ثلاث مرات۔ روئے زمین پر ایسا کوئی ٹکڑا نہیں جس میں مجھے دفن ہونا پسندیدہ ہو سوائے مدینہ منورہ کے۔ (وفاء الوفا ج ۲) [19]

---

16) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الباب الخامس ، الفصل الخامس فی فضائل مقابرھا ، فی فضل البقیع، 79/3 ، الناشر: دار الکتب العلمیة– بیروت الطبعة: الأولى– 1419ھ)

17) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الباب الخامس ، الفصل الخامس فی فضائل مقابرھا ، فی فض البقیع، 81/3 ، الناشر: دار الکتب العلمیة– بیروت الطبعة: الأولى– 1419ھ)

18) (سنن الترمذی ، ابواب المناقب ، باب ما جاء في فضل المدینة، 202/6، الناشر: دار الغرب الإسلامي– بیروت سنة النشر: 1998 ء)

19) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الباب الثانی ، فی فضائلھا ، یخلق الإنسان من تربة الأرض التي یدفن فیھا، 37/1 ، الناشر: دار الکتب العلمیة– بیروت الطبعة: الأولى– 1419ھ)

دو قبرستان آسمان کے سورج اور چاند: ابن زبالہ ابن عبدالملک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو ایسے قبرستان ہیں جن کی روشنی آسمان والوں کے لئے بالکل ایسی ہے جیسے زمین والوں کے لئے سورج اور چاند منور ہیں۔ ایک مدینہ منورہ کا قبرستان اور دوسرا اعسقلان کا۔" (الوفاء جلد نمبر ۲) [20]

خدایا مدینہ مقام ہو جائے

جنۃ البقیع جیسے رفیع الشان قبرستان میں مدفون ہونے کے لئے کس کا جی نہیں چاہتا۔ لیکن زہے نصیب قربان جاؤں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض عام پر کہ امت کے لئے سہولت عطا فرمائی کہ دل میں بقیع میں دفن ہونے کی مخلصانہ آرزو رکھے پھر

جہاں بھی مرے وہ مدینے میں ہے

اس کے قواعد کے دلائل تو فقیر نے فضائل بقیع شریف میں لکھے ہیں۔ یہاں چند حکایات ملاحظہ ہوں:

۱۔ مولانا غلام محمد مرحوم مغفور فقیر کے پڑوسی اور دوست تھے ۱۹۴۸ء میں مدینہ طیبہ میں مستقل مقیم ہو گئے انہیں باب النساء پر بَوّاب (دربان) ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ آخری عمر میں آنکھوں کے عارضہ کی وجہ سے علاج کے لئے پاکستان تشریف لائے۔ فقیر سے قدیمی تعلق کی وجہ سے بہاولپور کو علاج کے لئے انتخاب فرمایا عرصہ دراز مدینہ پاک میں گزارنے کی وجہ سے کئی عجائب و غرائب بتائے منجملہ ان کے ایک یہ بھی فرمایا کہ بہت سے لوگ مدینہ پاک حاضر ہو کر بقیع میں دفن ہونے کی تمنا لیکر واپس وطن چلے جاتے ہیں اور بہت سے ہمارے رفقاء مدینہ پاک میں رہ کر بھی مدینہ پاک کی اقامت سے ناخوش ہیں۔ ایک رات کسی نیک آدمی نے بتایا کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ اونٹ کی قطاریں جنۃ البقیع کی طرف جارہی ہیں معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ جنۃ البقیع میں دفن ہونے کی آرزو تھی لیکن وہ دفن نہ ہو سکے اور بہت سے مدینہ پاک میں رہ کر بھی یہاں کی زندگی سے ناخوش ہیں انکے لئے حکم باری تعالیٰ ہے کہ مدینہ پاک میں دفن ہونے کے آرزومندوں کو انکے وطنوں سے یہاں مدینہ پاک لے آؤ اور جو یہاں کی اقامت سے ناخوش ہیں انہیں یہاں سے نکال کر وہاں پھینک آؤ جہاں سے مدینہ پاک کے آرزومندوں کو لے آئے ہو۔

۲۔ اَغیار (ناواقفوں) کی محفل میں اسرار پوچھے تھے ایک دفعہ صوفی محمد حسین حضرت مولانا شاہ عبدالحق الہ آباد مہاجر مکی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حدیث شریف میں تو آتا ہے کہ ہمارا مدینہ بھٹی ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو نکال دیتی ہے ایسے ہی مدینہ زمین مدینہ کے نااہل کو اپنے سے نکال دیتی ہے۔ حالانکہ مرتد اور منافق بھی مدینہ پاک میں مر کر یہیں دفن ہو جاتے ہیں۔ پھر اس حدیث کا مطلب کیا ہوا۔ آپ نے اُسے پکڑ کر نکال دیا وہ شخص حیران تھا کہ اسے کس قصور کی وجہ سے نکالا گیا رات کو اس نے خواب میں دیکھا کہ قبرستانِ مدینہ میں کھدائی ہو رہی ہے اور اونٹوں پر باہر سے لاشیں آرہی ہیں اور یہاں سے باہر جارہی ہیں۔ جب ان لوگوں سے پوچھا گیا کہ کیا کر رہے ہو تو وہ بولے کہ جو منافق یہاں دفن ہو گئے ہیں ان کو باہر پہنچا رہے ہے

---

20) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى. الباب الخامس. الفصل الخامس فى فضائل مقابرها. فى فضل البقيع. 81/3. الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1419هـ)

ہیں اور عشاقِ مدینہ کی ان لاشوں کو جو اور جگہ دفن ہو گئے ہیں یہاں لا رہے ہیں وہ شخص دوسرے دن پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ اب سمجھے حدیث کا مطلب۔ یہ ہے کل تم نے مجھ سے اغیار کی محفل میں اسرار پوچھے تھے جس کی تمہیں سزا دی گئی تھی۔

(تفسیر نعیمی پارہ اول از حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ)

۳۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرید عرض کرتا تھا کہ دعا فرمائیں کہ مجھے جنۃ البقیع نصیب ہو۔ آپ دعا فرمادیتے لیکن مرید مطمئن نہ ہوتا وہ چاہتا تھا کہ اسے جیتے جی کسی طریقہ سے یقین دہانی ہو۔ ایک دن اس نے پیر صاحب سے حجت کی کہ آپ مجھے ٹال دیتے ہیں مجھے کیسے یقین آئے کہ واقعی میں بقیع میں مدفون ہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں بھی معلوم ہو جائیگا۔ چنانچہ ایک رات اس نے بھی مذکورہ بالا طریقہ کا خواب دیکھ کر پیر صاحب کو حال سنایا آپ نے فرمایا یہ تیری آرزو کے مطابق ہے۔

کمشنر کی نوجوان لڑکی مرنے کے بعد مدینے میں:

۴۔ رئیس التحریر علامہ محمد ارشد القادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس وقت کی بات ہے جب کہ سلطنت مغلیہ کا خورشیدِ اقبال ڈوب چکا تھا اور سرحد سے لیکر مدراس کے ساحل تک سارا کشور ہند انگریزی اقتدار کے زیر نگیں تھا۔ لکھنو میں ایک انگریز کمشنر بحال کیا گیا چونکہ اس وقت کی دفتری زبان فارسی تھی اس لیے کمشنر کو فارسی سیکھنے کی اشد ضرورت محسوس ہوئی اور اس کے لیے لکھنو کے مشہور فارسی داں ملا سراج الدین کی خدمات حاصل کرلی گئیں۔ ملا جی روزانہ شام کو چار بجے انگریز کو ٹیوشن پڑھانے آتے تھے۔ موصوف عصر اور مغرب کی نماز کمشنر صاحب کی کوٹھی پر ہی ادا کرتے تھے۔ کمشنر کی ایک نوجوان لڑکی تھی۔ ہزاروں لالہ رخوں اور زہرہ جلالوں کی کہانیاں اس کی ایک ایک ادا میں سمٹ آئی تھیں۔ سرشار آنکھوں سے شراب کے پیانے چھلکتے مہتاب کی طرح درخشاں پیشانی ہر وقت موجِ نور میں غرق رہتی، چلتی تو فتنۂ حشر جگاتی، باتیں کرتی تو پھول جھڑتے۔ جمال و رعنائی اور حسن و دلکشی کا وہ ایک مجسمہ تھی کہ مغربی تہذیب کے گھرانے میں وہ ہر وقت پردے میں رہتی تھی ایک تو ماں باپ کی اکلوتی بیٹی، اس پر مزاج میں نفاست طبیعت میں لطافت اور ناز و نعمت کی زندگی سارے خاندان کی راج دلاری بن گئی تھی۔ سیرت و خصلت کے اعتبار سے بھی وہ نہایت پاک طینت، نیک سرشت اور شریف الطبع لڑکی تھی۔ شرم و حیاء علم و ہنر، ذہانت دانائی اور متانت و سنجیدگی میں دور دور تک اس کا کہیں جواب نہ تھا۔ سارا قبیلہ اس کے حسن اخلاق سے مُسَخَّر (مطیع، مغلوب) تھا۔ غیرتِ فطری ہی کا نتیجہ تھا کہ والدین کے اصرار کے باوجود کبھی وہ گرجا گھر نہیں جاتی تھی۔ سن شعور میں قدم رکھتے ہی اس نے باہر کی درسگاہ سے اپنا سلسلہ تعلیم منقطع کرلیا تھا اور اب گھر میں ہی شریف معلمات کے ذریعہ اس کی تعلیم کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ علوم و فنون کی مختلف شاخوں میں مہارت رکھنے والی معلمات اپنے وقت پر آتی تھیں اور سبق دے کر چلی جاتیں تھیں۔ تدریس کا یہ سلسلہ صبح ۸ بجے سے شام کے چار بجے تک جاری رہتا تھا۔ ملا جی کو آئے ہوئے کئی مہینے گزر چکے تھے۔ کمشنر صاحب فارسی کی ابتدائی کتابیں ختم کر چکے تھے۔ اور اب حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی گلستان چل رہی تھی۔ کہتے ہیں کہ ملّا جی بہت خوش الحان قاری بھی تھے۔ جب مغرب کی نماز میں وہ جہر سے قرآن پڑھتے تو کمشنر صاحب کی پوری کوٹھی عالم قدس کے نغموں سے گونج اٹھتی تھی۔

ایک دن کمشنر صاحب کی صاحبزادی ٹھیک مغرب کے وقت اس کمرے کے قریب سے گزری جہاں ملاجی نماز پڑھتے تھے۔ قرآن کی آواز سن کر اس کے قدم اچانک رک گئے چند ہی لمحے کے بعد دروازے کے قریب آکر کھڑی ہوگئی۔ قرآن کے سحرِ حلال سے دل کے گھائل ہونے میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ آنِ واحد میں ایک طیب وطاہر روح کی تجلیاتِ قرآنی کی بارش میں شرابوں ہوگئی۔

زندگی میں پہلی بار اس نغمہ حیات سے اس کے کان آشنا ہوئے تھے۔ ایک نامعلوم کیف سے بے خود ہوگئی۔ عالمِ اشتیاق میں پھر وہ آگے بڑھی اور پردے کی اوٹ سے ملّاجی کو ایک نظر دیکھا۔ نماز کی ہیئت عبادت دیکھ کر وہ حیرت میں ڈوب گئی۔ ہاتھ باندھ کر ساکت ومؤدب کھڑا رہنا پھر سرنگوں ہوجانا اور اس کے بعد ماتھا ٹیکنا عجز ونیاز کی یہ ادائیں اس کی آنکھوں کے لیے عجوبے سے کم نہیں تھیں۔ اب سے پہلے اس کی آنکھوں نے یہ روح پرور مناظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جب تک ملّاجی نماز پڑھتے رہے وہ تصویرِ حیرت بنی دیکھتی رہی۔ نماز ختم ہوجانے کے بعد جب وہ واپس لوٹی تو جذبات کے سمندر میں ایک تَلَاطُم(طوفان) سا تھا۔

دل از خود اندر سے کسی نامعلوم سمت کی طرف کھینچا جارہا تھا۔ اس دن وہ ساری رات اپنے بستر پر کروٹیں بدلتی رہی۔ آیاتِ قرآنی کا کیف اور نماز کی روحانی کشش ایک لمحے کے لیے بھی اس کے ذہن سے اوجھل نہیں ہورہی تھی۔ وہ ساری رات یہ سوچتی رہی کہ شیریں نغموں کی سحر طرازی مسلم۔ لیکن قرآنی نغمہ کا یہ اثر جس نے دِل کے کشور کو تہہ وبالا کردیا ہے۔ اسے صرف خوش الحان آواز کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یقیناً اس کے پیچھے کوئی ایسی حقیقت بول رہی ہے جس کا رشتہ روحِ انسانی کے ساتھ منسلک ہے۔ پھر اگر ناز نشست وبرخاست ہی کا نام ہے تو پھر میرے دل کو کیا ہوگیا ہے۔ قیام وقعود کے سواانسانوں کی زندگی میں کیا ہے۔ پھر دنیا میں کتنے دل ہیں جو کسی کی نشست وبرخاست پر عاشق ہوئے ہیں۔ اگر واقِعَتاً(اصل میں) نماز کی یہی حقیقت ہے تو دل دیوانہ کی لغزش میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

پھر سوچتی ہے کہ اتنی آسانی سے دل کی تقصیر کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہو نہ ہو یہ نماز بھی اسی عالم کی چیز ہے۔ جہاں انسانی روحوں کا مزاج ڈھلتا ہے اور جہاں سے معنوی حیات کے چشموں کا دھارا پھوٹتا ہے۔ سوچتے سوچتے سحر ہوگئی لیکن روحانی اضطراب کی آگ ویسے ہی سلگتی رہی۔ اپنا حال خود اپنی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ صبح طلوع ہوئی دن نکلا۔ لیکن آج کتابوں میں جی نہیں لگ رہا تھا۔ سارا دن شام کے انتظار میں کٹا۔

حسبِ معمول عصر کے وقت ملاجی ٹیوشن پڑھانے کے لیے تشریف لائے۔ جوں ہی ان کے قدموں کی آہٹ ملی فرطِ شوق سے صاحبزادی کا دل اچھلنے لگا۔ بڑی مشکل سے سورج ڈوبا اور ملاجی مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔

شہزادی قبل از وقت ہی پس پردہ کان لگائے کھڑی تھی۔ قرآن کی آواز کان میں پڑتے ہی دل کا حال بدلنے لگا روح نغمۂ جاوید کے کیف میں ڈوب گئی۔ آج دل ہی متاثر نہیں تھا بلکہ آنکھیں بھی اشکبار تھیں۔ کئی بار رومال سے بہتے ہوئے آنسو خشک کئے۔ لیکن چشمۂ سیال کی طرح اس وقت تک سیلاب امنڈتا رہا جب تک ملاجی نے نماز ختم نہیں کرلی۔ اسی عالم کرب میں کئی مہینے گزر گئے۔ دل کے شورِ محشر سے کوئی واقف نہ تھا ہر روز مغرب کی نماز کے وقت پردۂ در سے لگا ہوا جذبات کے تلاطم کا جو طوفان امنڈتا تھا خود ملاجی کو بھی اس کی خبر نہیں تھی۔ اب کئی مہینے کے عرصے میں مسیحی گھرانے کی دوشیزہ نامعلوم طور پر اسلام کے بہت قریب پہنچ چکی تھی۔ نماز اور قرآن کے عشق نے اب اسے اس راستے پر لا کر کھڑا کردیا تھا جو کسی بھی وارفتہ حال مسافر کو ذرا سی دیر میں مدینے تک پہنچا دیتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں دل اس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غائبانہ عقیدت سے سرشار ہوتا جارہا تھا۔ جس نے دنیا کو قرآن اور نماز جیسی نعمتِ لازوال سے بہرہ اندوز کیا۔

اکثر رات کی تنہائی میں سوچا کرتی تھی کہ جس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام میں یہ کشش ہے خود اس رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں کتنی کشش ہوگی۔ بلاوجہ عرب کے صحرا نشین اس پر شیفتہ نہیں تھے۔ اس کی زیبائی کا یہی جلوہ کیا کم ہے کہ آج اس کے نادیدہ عشاق سے ساری دنیا بھر گئی ہے۔ یقیناً محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عظمت وراستی کی ایک سراپا حقیقت کا دوسرا نام ہے۔

ناز کی پلی ہوئی لاڈلی بیٹی صبح کو نئے کپڑے زیب تن کر کے ماں کو آداب کیا کرتی تھی۔ باپ کے دل کی شادابی اور روح کی آسودگی کا یہ سب سے بڑا ذریعہ تھا کہ آج وہ بڑی سج دھج سے آداب کرنے آئی تھی۔ آداب سے فارغ ہو کر مچلتے ہوئے ناز میں کہا۔ 'فادر ایک درخواست پیش کروں؟ قبول فرمایئے گا۔"

بیٹی کے ان الفاظ پر باپ کی روح جھوم اٹھی شفقتِ پدری کا جذبہ پھوٹ پڑا۔ فرطِ محبت میں بے قابو ہو کر جواب دیا۔

"میری لختِ جگر ساری زندگی یہ آرزو رہ گئی کہ دوسرے بچوں کی طرح تم بھی کچھ فرمائش کرو اور میں اسے پوری کر کے تمہاری مسرّتوں (خوشیوں) کا تماشہ دیکھوں۔ لیکن نہ جانے تمہاری اُفتادِ طَبع (فطرت) کیسی واقع ہوئی ہے کہ یہ آرزو تِشنَہ (ناقص) ہی رہی۔ اب جبکہ زندگی میں پہلی بار اپنے ارمان کے اظہار کے لیے تمہاری زبان کھلی ہے تو کیا اب یہ بھی پوچھنے کی ضرورت ہے کہ میں اسے قبول کروں گا یا نہیں؟ تمہارے سوا کون میری زندگی کی امیدوں کا مرکز ہے جس کے لیے کوئی بات اٹھا رکھوں گا۔"

بیٹی نگاہ نیچی کئے، رکتے جھجکتے ہوئے بڑی مشکل سے صرف اتنے الفاظ ادا کئے کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ملا جی سے فارسی کی تعلیم حاصل کروں۔

باپ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا اور بیٹی کو تھپکاتے ہوئے کہا۔ "اتنی ذرا سی بات کے لیے تم نے اتنی زبردست تمہید باندھی۔ میرا تو گمان تھا کہ تم کوئی بہت ہی اہم فرمائش کرنے والی ہو۔ تمہیں اجازت ہی نہیں بلکہ تحسین وآفرین بھی ہے کہ تمہارے اندر حصولِ علم کا شوق جاگ اٹھا ہے۔"

دوسرے دن ملّا جی بعد نماز مغرب صاحبزادی کو بھی فارسی کی تعلیم دینے لگے۔ محنت وذہانت نے تھوڑے ہی عرصے میں فارسی زبان سے اچھی طرح روشناس کر دیا۔ دوران تعلیم ہی میں ایک دن صاحبزادی نے ملّا جی سے کہا۔

اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پر مسلمان مصنفین کی چند کتابیں میرے لیے فراہم کر دیجئے۔ ملّا جی کو اس عجیب وغریب فرمائش پر حیرت تو ضرور ہوئی۔ لیکن وہ کچھ کہہ نہیں سکے۔ دوسرے دن چند مستند اور مفید کتابیں لا کر حوالے کر گئے۔

نماز وقرآن والے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی سے واقف ہونے کا موقع حاصل کر کے صاحبزادی کی مسرتوں کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جذبۂ شوق کے عالم میں کتاب کا پہلا ورق کھولا اور کائنات کی سب سے معظم ترین ہستی کی زندگی کا مطالعہ شروع کیا۔

ورق ورق پر فضل ورحمت جلال وجمال، عظمت وزیبائی، طہارت وتقدس، صبر وتحمل، جودوکرم، زہدوعبادت، فقروایثار، علم وحکمت، اعجاز وتوانائی، قدرت واختیار، قربِ الٰہی کی جلوہ آرائی اور آسمان شوکت واقتدار کے مناظر دیکھ کر دل کی دنیا جگمگا اٹھی۔ فرطِ شوق میں پلکوں پہ موتی کے قطرے جھلملانے لگے۔ لالہ کی پنکھڑی جیسے ہونٹ حرکت میں آئے اور ایک ننھی سی آواز فضاء میں گونجی۔

”محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خداوند! تو گواہ رہنا کہ مسیحی مذہب سے نکل کر تجھ پر اور تیرے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاتی ہوں۔ اے قادر توانا معبود! تیرے محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ میری آنے والی زندگی کو کفر کی یلغار (حملہ، چڑھائی) سے محفوظ رکھنا۔“

دل میں عشق محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چراغ جل چکا تھا۔ اب ایمان بالغیب کی نئی دنیا نظر کے سامنے تھی۔ حیات سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ۶۳ سالہ تاریخ ذہن میں گھوم رہی تھی، سرکار کا جسم، ان کا نورانی پیکر، دلربا چہرہ، سرمگیں آنکھیں، عطر برساتی ہوئی عنبریں زلفیں، موجۂ نور میں لہراتا ہوا عارض تاباں، جمال سراپا کا ایک نقش ونگار تصورات کی دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ پچھلے پہر جوں ہی آنکھ لگی قسمت بیدار نے آواز دی۔

رحمت ونور اور محبت ودل کشی کی جو دنیا تصور میں گھوم رہی تھی اب وہ نظر کے سامنے تھی۔

کوٹھی کے قریب ہی ایک مسجد تھی جیسے ہی مؤذن نے اشہد ان لاالہ الااللہ اور اشہد ان محمدّ رسول اللہ کا کلمہ فضا میں نشر کیا آنکھ کھل گئی۔

کلمۂ اسلام سن کر دل بیتاب ہو گیا، ایمان کی امنگیں جاگ اٹھیں۔ آج چہرہ بشاشت سے کھلا جا رہا تھا۔ کونین کی ارجمندی بال بال سے پھوٹ رہی تھی۔ ایک لالہ رُخ حسینہ کا اپنا ہی جمال کیا کم تھا کہ وہ چشمۂ نور میں غوطہ لگا کر آگئی تھی اب تو گل کدۂ فردوس کی حور معلوم ہو رہی تھی۔ فرطِ تابندگی سے چہرے پر نظر جمانا مشکل تھا۔

حسن ودل کشی کی یہ نمایاں تجلی دیکھ کر ماں باپ کو بھی حیرت ضرور ہوئی تھی لیکن وہ اسے حضرت مریم رحمتہ اللہ علیہا کی عقیدت کا فیضان سمجھ رہے تھے۔ اس دن کافی انتظار کی زحمت اٹھانے کے بعد ملّاجی تشریف لائے۔ نماز مغرب سے فراغت کے بعد صاحبزادی پڑھنے کے لیے حاضر ہوئی۔ جوں ہی چہرے پر نظر پڑی ملاجی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

صاحبزادی نے کہا، حیرت نہ کیجئے مجھے کلمہ پڑھا کر میرے اسلام پر گواہ بن جایئے اور دیکھئے میں نے اپنا نام فاطمہ رکھ لیا ہے۔ آئندہ مجھے اسی نام سے یاد کیجئے گا۔ ملاجی کمزور دل آدمی تھے۔ بڑھاپے میں کمشنر صاحب کو پڑھانے کا جو موقع مل گیا تھا اس کو وہ بہت غنیمت سمجھتے تھے۔ پھر صاحبزادی کے حالات سے بھی بے خبر تھے لرزتے ہوئے صاحبزادی کو جواب دیا۔

”دل کا مسلمان ہو جانا خدا کے تئیں نجات کے لیے کافی ہے صاحبزادی! نہ ابھی اپنے اسلام کا آپ اعلان کریں۔ جب بھی فلاح واخروی کا استحقاق کہیں نہ جائے گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں آپ کو کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل کرلوں اور اس کی اطلاع کمشنر صاحب کو ہو گئی تو ہم پر بھی وبال آئے گا اور آپ کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔“

صاحبزادی ملاجی کی کمزوریوں سے واقف تھی، یہ جواب سن کر خاموش ہو گئی۔

فارسی کی تعلیم ختم ہو جانے کے بعد فاطمہ نے قرآن کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ملّا جی کی آمد و رفت کا سلسلہ وہ منقطع نہیں کرنا چاہتی تھی۔اسے توقع تھی کہ مستقبل کی کوئی ضرورت بھی ان سے متعلق ہو سکتی ہے۔اب فاطمہ گھر والوں کی نظروں سے چھپ چھپ کر نماز بھی پڑھنے لگی تھی۔چونکہ اس کے کمرے میں ابتداء ہی سے کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی اس لیے اس کی زندگی کا اکثر حصہ صیغۂ راز میں تھا۔دل کے خاموش انقلاب کی والدین کو خبر نہیں تھی۔ لیکن باطن کی تطہیر اور روحانی تقدس کا اثر نامعلوم طور پر اس کے گرد و پیش (اطراف میں) میں نمایاں تھا۔خاندان کے دلوں میں صرف اس کی محبت و شفقت ہی کا نہیں توقیر و احترام کا جذبہ بھی پیدا ہو گیا تھا۔اس کی شخصیت کا اثر بغیر کسی ظاہری سبب کے لوگوں کے تحت الشعور پر چھاتا جا رہا تھا۔وہ رات کی تنہائی میں اپنی خواب گاہ کے اندر کیا کرتی تھی۔اس کی خبر کسی کو بھی نہ تھی۔ لیکن ملّا جی کے ذریعے صرف اتنا معلوم ہو سکا تھا کہ وہ اپنی زندگی کو سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کا بہت زیادہ اہتمام کرتی تھی۔

سب کے سو جانے کے بعد وہ اپنا کمرہ اندر سے بند کر کے عشاء کی نماز پڑھتی اس کے بعد سو جاتی۔ پھر تہجد کے لیے اٹھتی اور تا دمِ سحر گریہ و مناجات تسبیح و تحلیل اور درود و سلام میں مشغول رہتی اس کے دل کا آئینہ اتنا شفاف ہو گیا تھا کہ عالمِ غیب کے انوار و اسرار کا وہ کھلی آنکھوں سے تماشا دیکھا کرتی تھی۔ اب آہستہ آہستہ اس کی زندگی کا رشتہ دوسرے مشاغل سے ٹوٹتا جا رہا تھا۔گھنٹوں وہ کھوئی کھوئی سی رہنے لگی۔اس کی روح کی لطافت اتنی بڑھ گئی کہ کئی کئی دن بغیر کسی ضعف و نقاہت کے وہ روزے میں گزار دیتی تھی۔

ایک دن ملا جی جب شام کے وقت پڑھانے آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ صاحبزادی آج کچھ علیل ہے۔اس لیے وہ نہیں پڑھیں گی۔جوں واپس جانا چاہتے تھے آیا نے اطلاع دی۔صاحبزادی اپنے حجرۂ خاص میں آپ کو بلا رہی ہیں۔ملّا جی ہمت کر کے کمرے کے اندر داخل ہوئے دیکھا تو فاطمہ بستر پر دراز تھی۔ قدم کی آہٹ پاتے ہی اٹھ کے بیٹھ گئی اور نہایت سرگوشی کے ساتھ ملا جی سے کہا۔

آپ کے احسانات سے میری گردن ہمیشہ بوجھل رہے گی۔آپ کی وجہ سے مجھے ایمان نصیب ہوا اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دولتِ عشق سے میری زندگی کیف و سرور کے ایک نئے عالم میں داخل ہوئی۔اب میں روحانی قرب کی اس منزل میں ہوں جہاں ایک لمحہ کے لیے بھی میرے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتے۔

آثار و قرائن شہادت دے رہے ہیں کہ اب میں حیات کے آخری لمحے سے گزر رہی ہوں۔عالم قدس کا پیامی جلد ہی آنے والا ہے۔میں بھی اس کی منتظر ہوں آنکھوں سے راہ دیکھ رہی ہوں۔رختِ سفر باندھ کر میں نے اپنی تیاری مکمل کر لی ہے اپنے انجام کی فیروز بختی (خوش نصیبی) پر دل اتنا مطمئن ہے کہ مسکراتے ہوئے پیغام اجل کا خیر مقدم کروں گی۔صرف ایک آرزو ہے جس کے لیے میں نے آپ کو اس وقت زحمت دی ہے اگر بعد مرگ میری وصیت پوری کرنے کا اگر آپ یقین دلائیں تو عرض کروں۔اتنا کہتے کہتے اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ملّا جی بھی اپنے تئیں (طور پر) سنبھال نہ سکے اور وہ بھی اشک بار ہو گئے۔بھرّائی ہوئی آواز میں جواب دیا:

”خدا آپ کی زندگی کا اقبال بڑھائے۔آپ کی عمر کی برکتوں کو دراز کرے۔

نصیب دشمناں مرگِ ناگہاں کی خبر سننے کے لیے ہم ہر گز تیار نہیں ہیں۔ لیکن علم الٰہی میں اگر یہی مقدر ہو چکا ہے تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ آپ اپنی آرزو کا برملا اظہار فرمائیے۔ میں اس کی تعمیل کا آپ کو یقین دلاتا ہوں۔"

صاحبزادی نے رازدارانہ لب ولہجہ میں کہا آپ جانتے ہیں کہ میرے قبول اسلام کی خبر گھر والوں کے علم میں نہیں ہے۔ وہ ہنُوز(اب تک) مجھے اپنے آبائی مذہب کا پیرو سمجھ رہے ہیں۔ گو میں نے آج تک گرجا میں قدم نہیں رکھا لیکن وہ اسے میری غیرت حیا پر محمول کرتے ہیں۔ اس سے مجھے یقین ہے کہ وہ بعد مرگ تجہیز و تکفین مسیحی مذہب کے مطابق کریں گے۔ اور مسیحی قبرستان میں میرا مدفون بنائیں گے۔

"میں نہیں چاہتی کہ اپنا اسلام ظاہر کر کے میں آپکو اور یہاں کے دوسرے مسلمانوں کو آفات کا نشانہ بناؤں۔ اس لیے میری مؤدبانہ گذارش ہے کہ بعد مرگ جب وہ مجھے عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کریں تو رات کے کسی حصے میں میرا تابوت نکال کر اسلامی طریقے کے مطابق مجھے کسی مسلمان قبرستان میں دفن کریں تاکہ اہلِ ایمان کے جوار(پڑوس) میں رہ کر میری روح کو دائمی سکون حاصل ہو۔"

ملّاجی نے برستی ہوئی آنکھوں سے وصیّت کی تعمیل کا یقین دلایا۔ فاطمہ نے آخری سلام کرتے ہوئے کہا کہ اب قیامت ہی کے دن شافع محشر کے لواء الحمد کے نیچے جلدی آپ سے ملاقات ہو گی۔ یہ کہتے ہوئے ملّاجی کو رخصت کیا۔

صبح کے وقت سارے شہر میں کہرام مچا ہوا تھا کہ کمشنر صاحب کی لاڈلی بیٹی کی وفات کی خبر بجلی کی طرح ہر طرف پھیل گئی تھی۔ اقارب واحباب اور غم گساروں کے ہجوم سے کوٹھی میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہیں تھی۔ اس اچانک حادثہ سے سارے خاندان پر غم کے بادل چھا گئے تھے۔ ماں باپ کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ شدتِ الم سے وہ پاگل ہو گئے تھے۔ اکلوتی بیٹی کی مرگ ناگہاں اس کے لیے قیامت سے کم نہیں تھی۔ ماتم وفُغان(غم خواری) کے شور میں دوپہر کے وقت جنازہ اٹھا۔ عیسائی مذہب کے رسوم کے مطابق لاش ایک تابوت میں بند کر دی گئی تھی۔ جنازہ کے ساتھ ساتھ ملّاجی بادیدۂ پرنم چل رہے تھے۔ عیسائی قبرستان میں پہنچ کر تابوت کو ایک پختہ قبر میں اتارا گیا اور اوپر سے سنگِ مرمر کی سل رکھ کر قبر کا کھلا ہوا حصہ بند کر دیا گیا۔ دفن کی آخری رسم ادا ہو جانے کے بعد لوگ قبرستان سے واپس لوٹ گئے۔ ملّاجی اپنے ذہن میں قبر کا نشان اچھی طرح محفوظ کر کے سب کے بعد واپس ہوئے۔ سیدھے کمشنر صاحب کی کوٹھی پر پہنچے۔ اور ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ کلمۂ تعزیت کہہ کر واپس گھر چلے آئے۔ آج انہیں پوری رازداری کے ساتھ ایک اہم فرض انجام دینا تھا۔ اقدام اتنا سنگین تھا کہ ہر قدم پر خطرات کے اندیشے راہ میں حائل تھے۔ رات کی تنہائی میں لوگوں کی نظر سے بچ کر عیسائی قبرستان سے کسی لاش کو منتقل کرنا اتنا آسان کام نہیں تھا۔ حالات کی نزاکت سوچ کر ملّاجی کانپ اٹھے۔ لیکن ایک مرنے والی سے کیئے ہوئے وعدے کی تکمیل بھی ضروری تھی۔ اسلام کا رشتۂ اخلاص بھی اس امر کا مُقتضی(تقاضا) تھا کہ جیسے بھی ہو اس فرض کو انجام دیا جائے۔

ملّاجی کا ضمیر اندر سے جاگ اٹھا تھا۔ آخر بسم اللہ پڑھ کر انہوں نے اس مہم کا آغاز کر ہی دیا۔

اپنے چند قابل اعتماد دوستوں کو گھر سے لے گئے۔اور شروع سے آخر تک ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔واقعہ سن کر لوگوں کی آنکھوں میں آنسواُمنڈ آئے۔انہوں نے کفِ اِفسوس ملتے ہوئے ملّا جی سے کہا۔ صَد حَیف (بہت دکھ اور رنج کا اظہار کرنا، صد افسوس) کہ اسی شہر میں اسلام کی فتح وصداقت کا اتنا عظیم الشان واقعہ رونما ہوا اور آپ نے کانوں کان کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ خیر جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔اب جس طرح بھی ہو آج ہی شب وعدے کی تکمیل ضروری ہے۔

ٹھیک اسی وقت جب کہ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ہر طرف خاموشی کا سناٹا طاری تھا ملّا جی کے علاوہ چار آدمی عیسائیوں کے قبرستان میں داخل ہوئے۔یہ اقدام انتہائی خطرناک تھا۔لیکن اسلامی ہمدردی کے جوش میں خطرے کا قطعاً کوئی احساس نہیں ہو رہا تھا۔ملّا جی کی راہنمائی میں چاروں آدمی قبر تک پہنچے۔سنگِ مرمر کی سل ہٹائی اور قبر میں اترا ہوا تابوت باہر نکالا۔جوں ہی لاش نکالنے کے لیے تابوت کا تختہ کھولا ملّا جی کے منہ سے چیخ نکل گئی لوگ حیرت سے ان کا منہ تکنے لگے۔ بڑی مشکل سے حواس پر قابو پانے کے بعد لوگوں کو بتایا کہ لاش بدل گئی ہے۔ہم لوگوں نے غلطی سے دوسری قبر کا تابوت نکال لیا ہے۔یہ لاش کسی اور کی ہے۔ لیکن ملّا جی نے پھر دوبارہ جو غور سے دیکھا تو قبر کا نشان وہی تھا۔ جسے دن کے وقت دیکھ گئے تھے۔ قبر کا نیا پن بھی بتا رہا تھا کہ یہ بالکل تازہ قبر ہے۔اب یہ گتھی کسی سے نہیں سلجھ رہی تھی کہ کمشنر صاحب کی بیٹی کے تابوت میں کسی دوسرے کی لاش کیسے آگئی اور خود اس کی لاش کہاں گئی۔

صورتِ حال کی تفتیش کے لیے چاروں آدمی لاش کی طرف بڑھے اور جھک کر دیکھ ہی رہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص بیساختہ چیخ پڑا۔یہ لاش تو بارہ بنکی کے مرزا جی کی ہے۔میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔

اس واقعہ سے ان لوگوں پر دل ہلا دینے والی ایک عجیب قسم کی ہیبت طاری ہو گئی۔دہشت سے کانپنے لگے اور فوراً تابوت کا منہ بند کر کے اسے قبر میں اتارا اور اوپر سے سنگ مرمر کی سل رکھ کر تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئے۔گھر پہنچ کر دیر تک سب پر سکتہ طاری رہا۔کئی گھنٹے بعد جب حواس بحال ہوئے تو ملّا جی نے کہا کہ عالم برزخ کے یہ تصرفات ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔مشیت الٰہی کے راز کو سمجھنا اپنے بس کی بات نہیں ہے۔لیکن اتنی بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ جب کمشنر صاحب کی بیٹی کی قبر میں بارہ بنکی کے مرزا جی کی لاش ہے تو یقیناً مرزا جی کی قبر میں کمشنر کی بیٹی کی لاش ہوگی۔لوگوں نے کہا" یہ بات قرین قیاس ضرور ہے لیکن بہتر ہو تا کہ حقیقت کا سراغ لگانے کے لیے ہم لوگ بارہ بنکی چلے چلیں اور مرزا جی کی قبر کھود کر دیکھ لیں۔

یہ بات طے کر کے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے،بستر پر پہنچنے کے بعد ہر شخص کے ذہن میں یہی عجیب وغریب واقعہ گھوم رہا تھا۔

دوسرے دن ملا جی اپنے چاروں ساتھیوں کے ہمراہ بارہ بنکی پہنچ گئے۔سیدھے مرزا جی کی کوٹھی کا رخ کیا۔دروازے پر آدمیوں کا ہجوم لگا ہوا تھا۔دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ پرسوں مرزا جی کا انتقال ہو گیا ہے۔آج ان کا تیجا ہے۔اظہارِ افسوس اور تعزیت ادا کرنے کے بعد ہم ایصال ثواب کی مجلس میں شریک ہو گئے۔فارغ ہونے کے بعد خواہش ظاہر کی کہ ہمیں قبر تک پہنچا دیا جائے تا کہ ان کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر کم از کم حق دوستی تو ادا کریں۔

ایک شخص کی رہنمائی میں قبرستان پہنچ کر فاتحہ پڑھی اور قبر کا نشان اچھی طرح ذہن میں محفوظ کر کے اپنی قیام گاہ پر واپس لوٹ آئے۔سارا دن مرزا جی کے حالات معلوم کرتے رہے پتہ چلا کہ اس علاقے کے وہ ایک چھوٹے موٹے نواب تھے۔انگریزی تہذیب کے دلدادہ اور انگریزوں کے غایت درجہ بہی خواہ تھے۔ شام وسحر کی زندگی عیش وعشرت میں ڈوبی رہتی تھی۔گھر کا سارا ماحول انگریزی تمدن میں غرق تھا۔

شام کے وقت کھانے سے فارغ ہو کر اس وقت کا انتظار کرنے لگے جب کہ سارے شہر پر نیند کا سناٹا طاری ہو جائے۔ خدا خدا کرکے جب آدھی رات سے زیادہ رات ڈھل گئی تو پانچوں آدمی اٹھے اور دبے پاؤں قبرستان کی طرف چل پڑے۔ خطرناک اقدام کی دہشت سے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ لیکن حقیقتِ حال کی جستجو کے جنون میں آگے بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ قبرستان میں داخل ہو گئے۔ اپنے حافظے کی رہنمائی میں آسانی سے مرزا جی کی قبر تک پہنچ گئے۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے قبر کی مٹی ہٹانی شروع کر دی۔ کافی دیر کے بعد تختہ نظر آیا۔ اب ہمت کرکے دو شخص قبر میں اترے اور ایک ایک کرکے تختہ ہٹایا۔ اب سفید رنگ کا کفن سامنے نظر آرہا تھا۔ کافی جدوجہد کے بعد بھی کفن کھولنے کی ہمت جواب دے چکی تھی ہر شخص اپنی جگہ سہا جا رہا تھا کہ معلوم نہیں کہ کفن کا منہ کھولنے کے بعد کیا نقشہ نظر آئے۔ کافی جرأت سے کام لے کر ایک شخص نے پائتی کے تختے پر کھڑے ہو کر چہرے سے کفن کا نقاب الٹ دیا۔ جونہی چہرے پر نظر پڑی دہشت سے لوگوں کا خون سوکھ گیا۔ مرزا جی کی لاش کے بجائے قبر میں ایک عرب کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ڈیل ڈول اور چہرے مہرے سے وہ عرب ہی معلوم ہو رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ حیرت میں ڈوب گئے۔ جلد جلد کفن کو درست کیا۔ تختے لگائے اور مٹی برابر کرکے قبرستان سے باہر نکل آئے۔ مارے ہیبت کے سانس پھول رہی تھی۔ قیام گاہ پر پہنچ کر ایک ہولناک سکتے کی کیفیت سب پر طاری تھی۔ قدرت کا یہ عجیب و غریب تماشہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ کہ آخر کمشنر کی بیٹی کی لاش کہاں غائب ہو گئی۔

نیند کچھ زیادہ گہری نہیں تھی صرف پلک جھپکی تھی کہ ملّا جی نے ایک نہایت حسین و دل کش خواب دیکھا۔ وہی کمشنر کی بیٹی فاطمہ حوراں خلد کے جھرمٹ میں سامنے کھڑی مسکرا رہی ہے۔ قریب آکر اس نے سلام کیا۔ عالم برزخ کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے اس نے کہا میری روح جب عالم بالا کی طرف لائی گئی تو رحمتِ الٰہی نے مجھے ڈھانپ لیا میرے کفن کا تار تار بارش نور میں بھیگ گیا۔ میرے گمان سے زیادہ رحمت نے میری توقیر و اعزاز کا اہتمام فرمایا۔ حوراں خلد نے مجھے چشمۂ نور میں غوطہ دیا میں نکھر گئی۔ میرے حسن کی چاندنی جنت کے میدانوں میں ہر طرف بکھر گئی۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ عالم برزخ میں ہر طرف شوکتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے گڑے ہوئے ہیں۔ سارے انبیاء مرسلین ان کے دربار کے نیاز مند حاضر باش ہیں۔

جب میری روح ان کی بارگاہ میں لائی گئی تو تجلیات کی تیز بارش سے آنکھیں خِیرہ (چکا چوند میں مبتلا) ہو گئیں۔ ان کی نازِ ابرو کی رحمتوں نے میری ہستی کا فروغ بڑھا دیا۔ حکم ہوا کہ میری لاش طیبہ کی سرزمین منتقل کر دی جائے۔ اسی خطہ قدس میں جہاں اسّی (۸۰) ہزار عاشقانِ جمال آسودۂ خواب ہیں۔

جس دن میری لاش عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کی گئی تھی۔ اسی دن تین لاشیں اپنی قبروں سے منتقل کی گئیں۔ مدینے میں ایک عرب سوداگر جسے ہندوستان بے حد پسند تھا عرصہ قدیم سے اس کی آرزو تھی کہ وہ یہاں بود و باش اختیار کرے جب وہ مر گیا اور لوگوں نے اس کی لاش کو جنۃ البقیع میں دفن کیا تو عالم برزخ کے کارپردازوں کو حکم ہوا کہ مدینے میں رہ کر ہندوستان میں سکونت اختیار کرنے کی آرزو رکھتا تھا۔ مدینے کی زمین اس کی نگاہ میں عزیز نہیں تھی۔ اس لیے اس کی لاش کو ہندوستان منتقل کیا جائے اسے یہاں پر رہنے کا کوئی حق نہیں۔ دوسری لاش بارہ بنکی کے مرزا جی کی تھی، عیسائیوں کے ساتھ غایت درجہ الفت کی وجہ سے وہ زندگی بھر انگلستان جانے کی تمنا میں مرتے رہے۔ بھول کر بھی انہیں دیارِ عرب کا خیال نہیں آیا۔ جب ان کی لاش دفن کی گئی تو حکم ہوا اسلام سے بیگانہ ہو کر اس نے جس عیسائی قوم کے ساتھ زندگی کے دن گزارے ہیں اسے اسی قوم کے قبرستان میں منتقل کر دیا جائے۔ اموات مسلمین کے ساتھ اسے ہرگز نہیں رکھا جا سکتا۔ اپنا سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے فاطمہ نے خواب ہی میں کہا کہ فرمانِ غیب کے مطابق مدینہ کے احاطۂ نور سے عرب کی لاش بارہ

بنکی کے قبرستان میں منتقل کی گئی اور اس کی خالی شدہ قبر میں لکھنو سے میری لاش پہنچا دی گئی۔ اور مرزا جی کی لاش کو عیسائیوں کے قبرستان میں میری جگہ منتقل کر دیا گیا۔

فاطمہ نے کہا کہ عالم برزخ کے ان واقعات پر حیرت کی وجہ نہیں موت کے بعد انسان کے اعتقاد اور عمل کا اثر اس کی برزخی زندگی پر یقیناً پڑتا ہے۔ یہاں پر ہر آن اس طرح کے مناظر نگاہوں سے گزر رہے ہیں۔ میں واضح طور پر محسوس کر رہی ہوں کہ اس عالم میں کسی عمل کو بھی وہ اعزاز حاصل نہیں ہے جو عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے میری روحانی آسائش و تکریم کی ساری ارجمندی عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی صدقہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ رحمت و کرم کی تسخیر کے لیے اس سے زیادہ زود اثر نسخہ بنی نوع انسان کو اب تک میسر نہیں آسکا ہے۔ کاش خاکدان گیتی کے رہنے والے اس راز کو سمجھ سکتے۔ اتنا کہنے کے بعد فاطمہ کی روح نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ ملّاجی کی جب آنکھ کھلی تو ان پر ایک رقت انگیز کیفیت طاری تھی۔ بار بار وہ سینہ پیٹتے تھے کہ ہائے میں نے فاطمہ کی قدر نہیں پہچانی۔

اس خواب نے غفلت کا سارا خمار اتار دیا جس نے سنا دم بخود ہو کے رہ گیا۔ برزخ کے حالات پر لوگوں کا یقین تازہ ہو گیا۔ قبر کے بھیانک انجام سے لوگ ڈرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ ان پانچوں آدمیوں پر چشم دید واقعات کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ ان سب کی زندگی اچانک بدل گئی۔ وہ ترکِ دنیا کر کے یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔[21]

فائدہ: یہ واقعہ بہت مشہور ہے مخالفین کمالات مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور رسالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور پاکستان میں بھی درج کیا گیا۔

دلائل: ممکن ہے بعض لوگ اسے ایک افسانہ یا خوش اعتقادی سمجھیں فقیر اسے قرآن و حدیث سے ثابت کرتا ہے۔

قرآن مجید: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِہِمۡ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡہَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا ۚۖ مَّلۡعُوۡنِیۡنَ (پارہ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت۶۰،۶۱)

اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ دینگے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے۔

فائدہ) یہ آیت عام زندہ اور مردہ منافق دونوں کو شامل ہیں۔ جس طرح زندہ منافق مدینہ پاک کی سکونت سے جلد محروم کر دیئے گئے ایسے ہی مردہ منافقین کا حال ہے۔ سچ فرمایا حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے:

باہجوں عشق نجات نہ باہو   بھانویں مرئیے وچ مدینے ہو

---

21) (زلف و زنجیر، جلوۂ زیبہ، ج1، ص49 الی 61، مطبوعہ شبیر برادرز اردو بازار لاھور، سن اشاعت 2001ء)

یعنی عشق کے بغیر نجات ممکن نہیں چاہے مدینے میں موت آئے۔

جنت البقیع کے مشہور مزارات وقبہ جات

صرف یادّاشت کیلئے چند مزارات وقبہ جات کی کچھ تفصیل گذشتہ اوراق پر بھی عرض کردی ہے یہاں بھی عرض کررہاہوں ورنہ نجدیوں نے انہیں ایسامسمار کر دیاہے کہ معلوم نہیں ہوتاکہ کہاں کس بزرگ کی قبرہے۔

قبہ عقیل بن ابی طالب: حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے بھائی عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سفیان بن الحرث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ یعنی حضرت علی کے بھتیجے اس میں آرام گزیں ہیں۔ اسی قبہ کے نزدیک ایک دوسرا قبہ تھا جس میں رئیسالانصار حضرت سعد بن معاذ صاور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین اولادیں اس میں آرام گزیں ہیں۔[22]

قبّہ سیّدہ صفیہ رضی اللّٰہ عنھا: سیدناامیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی۔

ابن شیبہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی قبراس کوچہ کے اخیر میں ہے جدھر سے بقیع کو جاتے ہیں مغیرہ بن شیبہ کے نزدیک جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس واسطے علیحدہ کیا تھاواقع ہے اور آخر میں جب مغیرہ بن شیبہ نے اپنے گھر کی تعمیر شروع کی تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دیکھ کر فرمایاکہ میں نہیں چاہتاکہ تواپنی دیوار کو میری والدہ کی قبرپر کھڑاکرے۔ مغیرہ نے ان کے فرمان کاکچھ خیال نہ کیا۔ توحضرت زبیر رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کراس کی تعمیر پر جاکر کھڑے ہوگئے۔ یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ نے مغیرہ بن شیبہ کو دیوار بنانے سے منع کرادیا۔ اس زمانہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہاکی قبر شریف شہرپناہ مدینہ منورہ کے دروازے کے متصل جو جانب بقیع کے ہے واقع تھی۔ یہ قبہ تھاجو نجدی حکومت نے مسمار کرادیا۔[23]

قبّہ سیّدنا عثمان ذوالنورین: جنت البقیع کے شمال مشرقی جانب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کامشہور عالی شان قبہ تھا۔ اب برائے نام قبر کانشان نظر آتاہے۔ اسی قبہ میں دائی سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہاکامزاراور گنج شہداء بھی ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال اور آپ کے دفن کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ جب سیدناعثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی لوگوں کو خیال ہوا کہ ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیاجائے۔ انہوں نے خود بھی اپنی زندگی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسے اجازت حاصل کی ہوئی تھی۔ مصریوں نے اس معاملے میں انکار کردیا۔ اور انہوں نے انہیں اس جگہ نہ دفن کرنے دیا۔ بلکہ نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنے دیتے تھے کہ انہیں دفن کہیں بھی نہیں کیاجائے۔ ام حبیبہ بنت ابی سفیان جوکہ امہات المومنین سے ہیں۔ مسجد شریف کے دروازے پر آئیں اور کھڑی ہوکر فرمایاخداکی قسم مجھے چھوڑو

---

22) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الباب الخامس ، الفصل الخامس فى فضائل مقابرها ، بيان المشاهد المعروفة اليوم بالبقيع وغيره من المدينة الشريفة، 101/3 ، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1419ه)

23) (جذب القلوب فی دیار المحبوب، ترجمہ تاریخ مدینہ، باب بارھواں، جنت البقیع کے فضائل، 185/1، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاھور، سن اشاعت 2000ء)

یا کہ میں اس مرد کو دفن کروں۔ ورنہ میں باہر آتی ہوں کشف ستر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتی ہوں۔ اس معاملے کے بعد وہ لوگ آپ کے دفن کرنے سے منع کرنے سے باز آئے۔ اسی رات کو جس دن کو وہ شہید ہوئے جبیر بن مطعم اور حکیم بن خرام اور عبداللہ بن زبیر اور بعض اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آکر ان کو وہاں سے اٹھایا جہاں لاش مبارک پڑی ہوئی تھی اور بقیع میں لے گئے وہاں بھی مفسدین دفن کرنے سے مانع آئے آخر ان کو حسن کوکب (گوہر شب چراغ، نہایت شفاف اور منور یاقوت جو دہکتے ہوئے کوئلے کی مانند اندھیرے میں چمکے) میں لے گئے اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ وغیرہ نے نماز جنازہ پڑھی اور اسی جگہ قبر شریف کھدوا کر ان کو اس میں رکھ کر ان کی قبر پر ایک دیوار بنا کر ان کے دفن کو چھپا کر آگئے۔ حسن کوکب آبان بن عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا جو بقیع کے شرق میں تھا اس جگہ لوگ اپنے موتی کو دفن کرنے سے نفرت کرتے تھے کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جگہ کھڑے ہوئے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک نیک مرد صالح ہلاک ہوگا اور اس جگہ مدفون ہوگا۔ اور اسی وجہ سے یہ جگہ لوگوں کو مانوس ہوگی۔ پس پہلا آدمی جو اس جگہ دفن ہوا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کے بعد مروان جب ایام حکومت معاویہ عامل مدینہ منورہ تھا اس جگہ کو بھی داخل بقیع کردیا اور جس پتھر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر عثمان بن مظعون کی نشانی ہے ان کی قبر پر رکھا کہ لوگ اس کے گرد دفن کے لئے جائیں اور فرمایا "لَا جَعَلْنٰکَ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا" یعنی ہم نے تجھے متقیوں کا امام بنایا۔ اٹھوا کر قبر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر رکھ دیا اور حکم دیا کہ ان کے گرد قبریں بنائیں۔

قبر سعد بن معاذ الاشهلی رضی اللہ عنہ) یہ خندق کے روز زخمی ہوئے اور جب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کو حکم دے کر ان کو طلب فرمایا۔ ان کا خون بند ہوگیا۔ پھر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر بنی قریظہ کے بارے میں حکم دے کر اپنے گھر پہنچے تو زخم پھٹ گیا اور خون جاری ہوا۔ اور اس جہان سے رحلت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے احاطہ کے پاس جو گلی تھی کے ایک طرف کو اقصیٰ بقیع میں انہیں کے مکان کے پاس دفن فرمایا۔ سمہودی کہتے ہیں کہ قبر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی جو تعریف قدماء (قدیم کی جمع) نے کی ہے وہ اس قبہ کی جگہ پر ہے جو حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے صادق ہے پس شاید حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر ہوگی اور اسے قبر فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا شبہ سے کہتے ہوں گے ورنہ اخبارِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہ کی قبر شریف مقبرہ اہل بیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس ہے۔[24]

قبہ وقبر ابی سعید الخذری: "ابو سعید خذری صراوی حدیث ۷۴ھ" خبر میں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ایک دن میرے باپ نے مجھے کہا میرا بیٹا میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میرے سارے دوست اس جہاں سے گزر چکے ہیں اور میرے بھی جانے کا وقت ہو چکا ہے۔ نزدیک آ میرا ہاتھ پکڑ میں قریب گیا اور ان کا ہاتھ پکڑا میرے سہارے سے بقیع کی طرف گئے یہاں تک کہ ایسی جگہ پر آئے جہاں کوئی بھی دفن نہ تھا۔ کہا جب میں مروں میری قبر اسی جگہ بنانا اور کسی کو اطلاع نہ دینا اور کوچہ عقبہ جہاں سے لوگوں کی آمد و رفت کم رہتی ہے اسی سے میرا جنازہ لانا اور کسی کو مجھ پر گریہ و نوحہ کی اجازت نہ دینا اور نہ میری قبر پر خیمہ بنانا۔ کہتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہوا لوگ ان کے گھر کے گرد جمع ہوگئے کہ کب ان کو باہر لایا جائے میں بحکم

---

[24] (جذب القلوب فی دیار المحبوب، ترجمہ تاریخ مدینہ، باب بارھواں، جنت البقیع کے فضائل، ج1 ص187 الی 188 مطبوعہ نوری کتب خانہ لاھور، سن اشاعت 2000ء)

وصیت اپنے والد کے کسی کو بھی ان کے وصال کی خبر نہ دی۔ صبح صبح ہی لوگوں کے اِنتشار (پھیلنے اور بکھیرنے کی کیفیت کے عمل) سے پہلے میں ان کی نعش کو بقیع لے گیا۔ لوگ تو مجھ سے پہلے ہجوم کی صورت میں وہاں موجود تھے۔[25]

قبہ بنات طیبات) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۳ھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ۸ھ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۹ھ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عمِّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۳۲ھ۔[26]

چبوترہ اہلبیت اطہار) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ۵۱ھ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ ۱۴۸ھ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ۱۱۴ھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۱۴۸ھ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ۲۰ھ۔ دیوارِ بقیع کے باہر حضرت اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (بیرون بقیع)، قبہ عمّاتِ رسول اللہ رضی اللہ عنہن، قبہ عمر بن العاص رضی اللہ عنہ فاتحِ مصر انکی تفصیل آئندہ اوراق میں پڑھیے[27]۔ لیکن قبہ جات نجدیوں نے مٹا دیے اور قبریں بھی۔ صرف یاداشت کے طور پر لکھ دیا ہے کیونکہ:

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

قبر عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ: قبر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے نزدیک واقع ہے۔

ابن زبالہ حمید بن عبد الرحمن سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک آدمی ان کی طرف بھیجا کہ اگر تم چاہو تو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمہارے برادران حضرت عمر وابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ دفن کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ میں آپ کے گھر کو تنگ کروں میرا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے اقرار تھا کہ ہم میں سے جو بھی مرے دوسرا اس کے ساتھ دفن ہوگا۔ پس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب وہ انتقال کریں ان کا جنازہ میرے گھر کے سامنے رکھا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر نماز پڑھی اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اس جگہ دفن ہوں گے۔ لہٰذا اس کی مقتضی ہوئی کہ کسی کو بھی اس جگہ دفن میسر نہ ہوا جیسا کہ متبعان حدیث پر روشن ہے۔

---

25 (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى. الباب الخامس. الفصل السادس فى تعيين بعض فى من دفن بالبقيع، ج 3، ص 98 الى 100، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1419ه)

26 (جذب القلوب فی دیار المحبوب، ترجمہ تاریخ مدینہ، باب بارھواں، جنت البقیع کے فضائل، 175/1، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاھور، سن اشاعت 2000ء)

27 (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى. الباب الخامس. الفصل السادس فى تعيين بعض فى من دفن بالبقيع. 95/3، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1419ه)

قبر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: ابن شیبہ دہقان سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انہیں خود طلب کیا اور جانب بقیع کے لے گیا اور اپنے ساتھ چند میخیں بھی لے گئے جب گوشہ شامیہ مشرقیہ دار عقیل میں جہاں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر ہے پہنچے پس مجھے فرمایا کہ قبر کھودو میں حکم بجالایا اس کے بعد دو میخیں جو ساتھ لے گئے تھے انہوں نے اس جگہ گاڑدیں اور فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد یہ جگہ اصحاب کرام کو دیکھا دینا کہ مجھے یہیں دفن کریں ابن دہقان کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے وفات کے بعد ان کے صاحبزادے کو اس جگہ کے نشان دیئے پس وہ وہیں دفن کئے گئے۔

قبر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: ابن سعد اپنی طبقات میں نقل کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کو قبر عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پاس دفن کیا جائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو موت مدینہ مطہرہ میں ہوئی تھی اور سال ۳۲ھ تھا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے بعض اخبار میں آیا ہے کہ ان کا انتقال کوفہ میں ہوا سال ۳۶ھ میں۔ واللہ اعلم!

قبر ابن حذافۃ اسھمی رضی اللہ عنہ: مہاجرین اولین سے اور اصحاب میں سے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اُحد کی جنگ میں ایک زخم کاری ان کو لگا جس کی سبب ماہِ شوال ۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا سال رحلت بھی یہی ہے لیکن ان کا مہینہ وصال ماہ شعبان ہے۔

قبر سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ: ان کا سن رِحلت ا ھ بوقت تعمیر مسجد نبوی ان کی قبر روحا میں ہے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے نزدیک زائر کو چاہیے کہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی زیارت کے وقت ان سب اصحاب مذکورین پر سلام کریں اور سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے قبہ شریف میں دیوار پر ان سب حضرات مذکورین کے اسمائے گرامی لکھے ہیں لیکن وہ دو قبریں جو ان دونوں قبوں کے اندر پیدا ہوئی ہیں کچھ اصل نہیں رکھتیں جس طرح سمہودی نے کہا ہے۔ واللہ اعلم [28]

قبر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تحقیق وتفصیل: معلوم ہونا چاہیے کہ مقام قبر حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کے مختلف وقسماقسم کے اقوال ہیں جس طرح حلیہ کمال آپ کا آپ کی حیات میں اغیار کے چشم سے مَسْتُور (پوشیدہ) رہا اسی طرح ان کی عِصْمَت (پاک دامنی) کا جمال ان کی وفات کے بعد بھی نامَکْشُوف (ظاہر نہ) رہا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی وصیت کے موافق قبہ عصمت کی مستوربی بی کے دفن کی خبر کسی امیر یا غریب کو نہ کی گئی۔ سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور چند اہل بیت کے آپ کے نماز جنازہ پر کوئی بھی حاضر نہ ہوا اور راتوں رات دفن کر دی گئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی مرقد مطہرہ بقیع میں ہے۔ جس جگہ دوسرے تمام اہل بیت دفن کیے ہیں کہ انہیں اپنے مکان میں دفن کیا گیا ہے۔ جو اس وقت داخل مسجد نبوی ہو چکا ہے

---

[28] (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الباب الخامس ، الفصل السادس فى تعيين بعض فى من دفن بالبقيع ، ج 3، ص 83 الى 89، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1419هـ)

وہ بھی اقوال آتے ہیں ان میں سے بعض قرین قیاس اور صحت کے قریب ہیں جن کی طرف آخر کلام میں اشارہ کیا جائے گا۔ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے طرفین کے اخبار وروایات ذکر کرکے بعض اقوال کی بعض سے تضعیف وترجیح کی ہے اور مختار قول اوّل ہے۔ جس پر قوم کا اتفاق ہے واللہ اعلم۔

ہم تھوڑی سی روایات اس باب میں نقل کرتے ہیں جو راجح اور مرجوح سے قطع نظر کرکے پیش کئے جاتے ہیں۔

محمد بن علی بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ قبر حضرت فاطمۃالزہرا رضی اللہ عنہا مکان عقیل گوشہ یمانیہ میں ہے جو بقیع میں ہے۔ دوسری روایت میں ہے جو دلالت کرتی ہے کہ قبر شریف اسی جگہ کے قریب ہے یہاں تک کہ تحقیق گزاز نے مکان عقیل بھی تحریر کیا ہے۔ بعض روایات میں بتیس گز شرعی بھی مذکور ہیں وغیرہ وغیرہ اور معاملہ دفن سیدنا امام المسلمین حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر لوگ تجھے اپنے جد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفن سے مانع آئیں تو مجھے بقیع میں اپنی والدہ کے ہاں دفن کر دینا۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبر حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا بقیع میں ہے کیونکہ قبر حضرت حسن بقیع میں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلی آباۂ الکرام سے روایت ہے کہ حضرت فاطمۃالزہرا رضی اللہ عنہا کو ان کے حجرہ میں دفن کیا گیا تھا۔ جس کو عمر بن عبدالعزیز نے مسجد میں شامل کر لیا تھا۔ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حجرہ مبارک میں دفن کیا گیا تھا۔ اسی طرح حضرت فاطمۃالزہرا رضی اللہ عنہا کو بھی رات کو دفن کیا گیا تھا کہ لوگوں کو اس سے اطلاع نہ ہو۔

ایک اور نقل ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے رحلت کے وقت فرمایا تھا کہ میں اپنے جلالت جسم سے شرم رکھتی ہوں کہ مجھے مردوں کے سامنے لے جائیں اور اس زمانہ میں بھی عادت تھی عورتوں کی لاش کو بھی مردوں کی لاش کی طرح باہر نکالا کرتے تھے۔ اسماءبنت عمیس رضی اللہ عنھا نے کہا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا نے کہا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ حبش کے لوگ ایک طور کی نقش بناتے ہیں جس سے خوب ستر ہوتا ہے ویسا ہی ہم تمہارے واسطے تیار کریں گے۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنھا نے وصیت کی تھی کہ میرے غسل، تجہیز کے بھی اسماءبنت عمیس رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، متکفل ہوں اور دوسرے شخص کو ان میں دخل نہ ہو یہ روایت اس بات کو رد کرتی ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے وصال کی خبر نہیں ہوئی اور اسی سبب سے وہ نماز جنازہ میں حاضر نہیں ہو سکے کیونکہ اسماءبنتِ عمیس رضی اللہ عنھا ان دنوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تحت تھیں اور بات بعید ہے کہ ان کی زوجہ حاضر ہو اور غسل دے اور ان کو خبر نہ ہو بعض کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی ہو اور انہوں نے آنے کا قصد بھی کیا ہو مگر چونکہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اخفاء منظور ہو اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلاف ارادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کام پر عمل کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔ شیخ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی اطلاع ہوئی ہو اور انہوں نے گمان کیا ہو کہ شاید علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نماز جنازہ اور دفن کے لیے بلائیں گے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ گمان کیا ہو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بغیر طلب کے آئیں گے۔ واللہ اعلم!

اور صحیح تر روایت درباره علم ابو بکر صدیق صبر وصال سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا یہ ہے کہ جب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنی نعش مبارک کے باہر نکالنے کو مکروہ رکھا تو اسماءبنت عمیس رضی اللہ عنھا نے شاخ خرما سے وافق رسم اہلِ حبش کے ایک گہوارہ تیار کرکے حضرت سیدہ کے حضور گذارا۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنھا نے اس کو ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہو کر تبسم فرمایا حالانکہ بعد وصال حضرت سید الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی نے آپ کو تبسم

فرماتے نہیں دیکھا تھا اور خوشحال نہ پایا تھا اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنھا کو وصیت فرمائی کہ تم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مجھے غسل دیں اور دوسرا شخص کوئی نہ آنے پائے۔ پھر جب وفات ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے دروازہ پر آکر اندر داخل ہونا چاہا اسماء بنت عمیس نے موافق وصیت حضرت سیدہ کے انہیں اندر جانے سے منع کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے اپنے والد بزرگوار سے شکایت کی کہ اس کو کیا ہوا ہے کہ میرے اور بنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو رہی ہے اور مجھے اندر نہیں آنے دیتی اور ان کے جنازے کے اوپر ایک چیز مثلِ ہودجِ عروس(29) کے اپنی عقل سے تراش کر بنائی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر آکے کھڑے ہوئے اور فرمایا یا اسماء تو کیوں پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ کو پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی کے پاس آنے کو منع کرتی ہے تو نے کیا چیز مثل ہودج عروس ان کے واسطے بنائی ہے۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مجھے حضرت سیدہ رضی اللہ عنھا نے وصیت کی ہے کہ میں کسی کو ان کے پاس نہ آنے دوں اور جو میں نے بنایا ہے ان کی حالت حیات میں بنایا تھا اور انہوں نے اس کو ملاحظہ کیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے جو تو کہتی ہے تو جیسا تجھے وصیت فرمائی گئی ہے ویسا ہی کر۔ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وصال حضرت سیدہ رضی اللہ عنھا کا علم تھا اور یہ کہ انہیں اپنے حجرہ شریفہ میں بھی دفن نہیں کیا گیا ورنہ حاجت گہوارہ کی کیوں ہوتی۔ اور بعض روایات غریبہ میں آیا ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا صبح کو نہایت خوش و خرم اٹھیں اور لونڈی کو فرمایا کہ غسل کے لئے پانی تیار کر آپ نے نہایت مبالغہ اور احتیاط سے غسل فرمایا اور نہایت پاکیزہ کپڑے پہنے اور فرش بچھا کر قبلہ رو لیٹ گئیں۔ اور اپنا دست مبارک رخسارۂ مبارک کے نیچے رکھ دیا اور فرمایا کہ اب میرا انتقال ہوتا ہے اور میں غسل کر چکی ہوں اور پاک کپڑے پہنے ہوں۔ میرے انتقال کے بعد کوئی میرا بدن نہ کھولے اور غسل دینے کو کپڑے نہ اتارے اور اسی جگہ جہاں لیٹی ہوں دفن کر دیں۔ جب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دولت سرائے میں تشریف فرما ہوئے تو لوگوں نے صورتِ حال عرض کی آپ نے جا کر دیکھا کہ روح مبارک اعلیٰ علیّین کو پہنچ چکی ہے۔ فرمایا واللہ کوئی شخص ان کو نہ کھولے اور اسی غسل سابق پر اسی جامہ شریف کے ساتھ جو پہنے ہوئے تھیں دفن کر دیا۔ یہ روایت مخالف حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی ہے اور حدیث اسماء کو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ وغیرہ بروئے علمائے حدیث نے نقل کیا ہے اور حجت لائے ہیں اور اس خبر کے رواۃ میں بھی اختلاف ہے اور ابن جوزی اپنے موضوعات میں اس کو لائے ہیں۔ واللہ اعلم!

قبور اہل بیت کرام پر سے ایک پتھر پایا گیا: مسعودی مروج الذہب میں لاتے ہیں کہ امام حسن، امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کے قبور شریفہ کی جگہ پر ایک پتھر پایا گیا ہے اس پر لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ مبدئا لا مم و محی الرمم ھٰذا قبر فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ النساء العالمین و قبر حسن بن علی بن الحسین بن علی و قبر محمد بن علی جعفر بن محمد علیہم السلام

29) "ہودجِ عروس" سے مراد وہ مخصوص پردہ دار اور خوبصورت سواری ہے جو عموماً دلہن کے لیے تیار کی جاتی تھی۔ یہ سواری اونٹ یا دیگر جانوروں پر رکھی جاتی تھی اور اسے پردے یا چادر سے ڈھانپا جاتا تھا کہ دلہن مکمل طور پر پردے میں رہے۔ یہ عہدِ قدیم میں عرب معاشرت کا ایک عام حصہ تھا۔

یہ پتھر ۳۳۳ھ میں ظاہر ہوا تھا۔ایک دوسرا قول ہے کہ قبر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا اس مسجد جو بقیع میں حضرت سیدہ کی طرف منسوب ہے۔قبہ عباس سے قبلے کی طرف مائل بہ شرق اور امام غزالی نے بیان زیارت بقیع میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بیت الحزن کے نام سے مشہور ہے کیونکہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غم میں خلق سے متنفر ہو کر وہیں اقامت فرماتی تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ جگہ وہ گھر ہے جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ نے بقیع میں لیا تھا۔واللہ اعلم!

محب طبری ذخائر عقیلی میں کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرد صالح نے خبر دی کہ مجھ سے للہ فی اللہ دوستی رکھتا تھا کہ جب شیخ ابو العباس مرسی تلمیذ شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ زیارت بقیع کو جاتے تو قبہ عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھتے اور فرماتے کہ کشف سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قبر شریفہ حضرت سیدہ کی اس جگہ ہے۔شیخ ابو العباس مرسی کشف میں مشہور ہیں طبری کہتے ہیں کہ مدت تک بوجہ اعتقاد فرمودہ حضرت شیخ یہی رہا یہاں تک کہ میں نے وہ خبر جو ابن عبد البر نے بابت قصہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے میرا یقین حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر اور بھی زیادہ ہوا۔سید کہتے ہیں کہ یہ قول ارجح الاقوال ہے اگرچہ بعض علمائے شافعیہ نے اس قول کو کہ گھر میں دفن کی گئی ہیں اظہر الاقوال کہا ہے واللہ اعلم۔

توفیت فاطمۃ الزھرا یوم الثلثاء خلت من شھر رمضان سنۃ احدیٰ عشر رضی اللہ عنھا یعنی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بروز منگل ۱۱ھ ماہِ رمضان میں وصال فرمایا۔اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کی اولاد سے راضی ہو۔

قبر امام المسلمین حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللّٰہ عنہما)مروی ہے کہ جب حضرت امام حسن بن علی کرم اللہ وجہہ کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ وہ انہیں اپنے جد حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کی اجازت دیں۔انہیں نے قبول فرمالیا اور کہا ایسا ہی ہو گا وہاں ایک قبر کی جگہ خالی بھی ہے۔بنی امیہ یہ خبر سن کر ہتھیار لگا کر لڑنے کو اتر آئے اور دوسری طرف بنی ہاشم بھی نکل پڑے۔اور مستعد جنگ ہو گئے۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو نوبت جنگ وجدال کو پہنچنے والی ہے تو از روئے شفقت کہ قتال آپس میں اچھی نہیں فرمایا اگر یہی بات ہے تو میں راضی نہیں ہوں مجھے بقیع میں لے جا کر ماں کے پہلو میں دفن کر دینا اور دوسری روایت میں ہے کہ وقت رحلت امام حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مجھے اپنے جد کے پہلو میں دفن کرنا۔اگر یہ قوم اس میں مانع ہو جس طرح ہم ان کے صاحب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مانع آئے تھے تو ان سے الحادنہ کرنا اور جھگڑا بھی نہ کرنا اور مجھے بقیع الغرقد میں دفن کر دینا۔اور آخر میں وہی ہوا جس کی انہوں نے خبر دی تھی پس مروان جو حاکم مدینہ تھا جنگ کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میں ہر گز یہ روا نہیں رکھتا کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو حجرۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دفن کیا جائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باہر رہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کہ اس وقت مدینہ میں تھے نہاں (پوشیدہ) طور پر کہتے تھے کہ واللہ یہ صریح ظلم ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے جد کے پہلو میں دفن ہونے سے منع کیا جائے۔اس کے بعد وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے کہ آخر آپکے بھائی نے وصیت نہیں فرمائی تھی کہ اگر معاملہ قتال کی حد تک پہنچ جائے تو مجھے مقبرہ مسلمانان میں دفن کر دینا اور قوم سے نزاع (اختلاف) نہ کرنا۔آخر ان کے الحاح میں انہیں مقبرہ بقیع میں دفن کیا گیا۔سلام اللہ علیہ و علیٰ سائر اھلِ بیت النبوۃ و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

بعض روایات میں آیا ہے کہ ان ایام میں مدینہ منورہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سعد بن العاص حاکم تھا جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا جنازہ باہر لایا گیا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا آگے آ اور نماز جنازہ پڑھا۔ اگر میرے جد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت یہ نہ ہوتی کہ امام جنازہ امیر وقت ہو تو میں تمہیں ہر گز آگے نہ کرتا۔

قبر سیدنا حضرت امامِ حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک قبر امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ اور قبر امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ہے اور در حقیقت یہ سب آئمہ ہدیٰ رضی اللہ عنہا ایک مقبرہ میں مدفون ہیں جو ایک بڑا قبہ ہے جسے قبہ عباس کہتے ہیں اور زبیر بن بکار روایت کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ جسد شریف امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی لائے اور بقیع میں دفن کیا۔ سید علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ۸۶۷ھ میں مشہد حسین و عباس میں ایک قبر جانب قبلہ کھدائے تھے کہ اندر سے ایک لکڑی کا تابوت نکلا اس پر سرخ پوشش[30] تھی اور میخیں جڑی ہوئی تھیں اور تعجب کی بات ہے کہ پوشش بھی پرانی نہیں ہوئی تھی اور میخوں میں بھی چمک باقی تھی زنگ وغیرہ بالکل نہیں تھا۔ سید کہتے ہیں کہ شاید تابوت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہو گا زبیر بن بکار نے اور دوسرے لوگوں نے بھی روایت کیا ہے کہ یزید پلید نے سر مبارک حضرت امام المومنین حسین ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عمر بن عاص کے پاس جو وقت عامل مدینہ مطہرہ تھا بھیجا انہوں نے اس کو کفن کرکے بقیع میں ان کی والدہ سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کے پاس دفن کیا اور بعض احادیث نقل کرتے ہیں کہ سر مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید پلید اس کے خزانہ میں پایا گیا لوگوں نے اسے کفن دے کر دمشق ہی میں باب الفرادیس کے پاس دفن کر دیا اس بارہ میں ایک قول اور بھی آیا ہے۔ واللہ اعلم[31]

بحقیقت الحال بہر حال اگر اس مشہد کی زیارت کے وقت سارے آئمہ کرام پر سلام پڑھا جائے تو بہتر ہے۔

قبر ابی سفیان بن الحارث بن عبد المطلب: عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابی سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ مقابر کے درمیان میں پھر رہے ہیں۔ پوچھا یا ابن عم رضی اللہ عنہ کیا ڈھونڈھ رہے ہو۔ انہوں نے کہا میں اپنی قبر کی جگہ ڈھونڈھ رہا ہوں کہ کس جگہ دفن کیا جاؤں پس عقیل ان کو اپنے گھر لائے اور ایک جگہ متعین کی تاکہ ان کی قبر اس جگہ کھودی جائے۔ ابو سفیان تھوڑی دیر وہاں بیٹھا اور چل دیا۔ اس قصے کو دو دن نہ گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور اسی جگہ میں دفن ہوئے ان کا سن وفات ۲۰ھ ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اب اس زمانہ میں ان کا نام مبارک حضرت عبد اللہ بن جعفر کا قبہ عقیل بن ابی طالب کے اندر دیوار پر لکھا ہے۔ سید سمہودی کہتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ ابو سفیان بن الحارث اس قبہ میں مدفون ہیں جو حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور کہتے ہیں کہ ابن زبالہ اور ابن شیبہ قبر عقیل بقیع میں ذکر نہیں کرتے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی احیاء العلوم میں زیارت بقیع میں ان کی قبر کا ذکر نہیں کیا بلکہ ابن قدامہ وغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی وفات شام میں ہوئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس قبہ کی شہرت قبہ عقیل کے نام سے مشہور ہوئی۔ جو صرف اسی وجہ سے کہ دار عقیل اس جگہ تھا جیسے ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی نعش مبارک شام سے نقل کرکے یہیں دفن کی گئی ہو۔ ابن نجار نے اس قبہ میں

---

30) (جذب القلوب فی دیار المحبوب، ترجمہ تاریخ مدینہ، باب بارھواں، جنت البقیع کے فضائل، ج 1، ص 179 الی 185، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاھور، سن اشاعت 2000ء)

31) "سرخ پوشش" سے مراد وہ سرخ رنگ کا کپڑا یا غلاف ہے جو تابوت پر لپٹا ہوا تھا۔

سب سے پہلے قبر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ قبر عقیل بن ابی طالب بقیع کے پہلے قبہ میں ہے۔ان کے ساتھ ان کے بھتیجے کی بھی قبر ہے۔یعنی عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی طالب الجواد المشھور اجود العرب کبیر السن لو فی المدینۃ المنورۃ رضی اللہ عنہ یعنی جواد جو مشہور اجواد العرب میں نہایت بوڑھے آپ نے وفات مدینہ منورہ میں فرمائی بعض علمائے سیر و تواریخ کہتے ہیں کہ وہ ابوا میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے ۹۰ھ میں مدفون ہوئے اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یہ دس برس کے تھے پس ان کی ولادت سن ہجری کیم میں ہوئی۔بس یہاں تک ذکر ان قبور شریفہ کا تھا وہ اصحاب تاریخ نے ان کی تعین اور جہات میں اخبار و آثار پا کر جنت البقیع میں ذکر کئے ہیں۔[32]

قبہ جات

قبہ جات بادشاہان قدیم اور جدید ظن و تخمین یا تحقیق و یقین سے بنائے ہیں۔پہلا قبہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا بعض خلفائے عباسیہ نے ۹۱۵ھ میں بنایا تھا یہ سب سے بڑا قبہ ہے۔

دوسرا قبہ بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

تیسرا قبہ امہات المومنین رضی اللہ عنہم کا۔

چوتھا قبہ سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

پانچواں قبہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اس قبے کے پاس دعا کی قبولیت کا ایک اثر ثابت ہے۔

چھٹا قبہ صفیہ عمّہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تھا۔

ساتواں قبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا اس قبہ مبارک میں ایک قبر ہے کہتے ہیں کہ متولی عمارت اس میں دفن ہیں۔

آٹھواں قبہ فاطمہ بنتِ اسد ام المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا اور دو قبہ جات اور ہیں جو بقیع کے بیچوں بیچ قبہ امہات المومنین اور قبہ سیدنا ابراہیم کے ان میں سے ایک میں امام دار الہجرت حضرت امام مالک بن انس اصبحی صاحب مذہب مالکی محب رسول اللہ و مقیم بلدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرے میں مشہور ہے کہ نافع مولی بن عمر رضی اللہ عنہ ہے۔جیسا کہ ہم نے پہلے لکھ دیا ہے ایسا سہمودی نے کہا ہے اور اہلِ مدینہ میں مشہور ہے کہ قبر امام نافع قاری کی مدینہ میں ہے اور سہمودی نے کہا ہے کہ ابن جبیر کی کلام سے ذکر مشاہدہ معروفہ میں ایسا مستفاد ہوا ہے کہ درمیان قبہ سیدنا حضرت ابراہیم صاور قبہ حضرت امام مالک کے ایک قبر ہے۔عبدالرحمن بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہما کی ہے جن کو عبدالرحمن اوسط کہتے ہیں اور معروف ابن ابی شحمہ ہیں جن پر حد زنا لگائی گئی تھی جو اسی صدمہ سے بیمار ہو کر انتقال کر گئے تھے۔سید سہموی کہتے ہیں کہ یہ تعریف صادق ہے اس قبہ پر جو نافع کی طرف منسوب ہے واللہ اعلم!

---

32) (وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، الباب الخامس ، الفصل السادس فى تعيين بعض فى من دفن بالبقيع، 96/3، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت الطبعة: الأولى – 1419هـ)

ایک اور قبہ ہے جو چھوٹا اور قبہ فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کے راستے میں ہے جو منسوب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا دایۂ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ اور کتب تاریخ جتنی بھی نظر سے گذری ہیں کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ نہ نفی کے طور پر اور نہ اثبات کے طریق پر **واللہ اعلم!**

یہ مشہور و معروف مقامات کا مشاہدہ ہے لیکن تحقیق وہی ہے جو مذکور ہو چکی ہے۔ شہر پناہ کے اندر کے قبوں میں سے مشہور تر قبہ سیدنا اسماعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ہے اور اس کا بنانے والا ابن ابی الہیجا وزیر ملوک عبیدیہ ہیں جس نے مسجد قبا کو نئے سرے سے بنایا ہے اس قبہ کی عمارت ۵۴۶ھ میں بنائی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی دولت سرائے کے دروازے سے شمالی جانب ہے اور اس کے بیرونی دروازہ اور دروازہ باغیچہ کے ایک کنواں ہے جو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس کا پانی بیماروں کے لئے شفاء ہے۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت امام محمد باقر صحالت رضی اللہ عنہ غیر سِنّی (بے خبری) میں اس کنوئیں میں گر گئے تھے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نماز میں تھے۔ حضرت نے غایت توکل و حضور و رضاء سے نماز قطع نہ کی (رضی اللہ عنہما و ارضاہما عنی خیرا الخیرا) اس قبہ کی غَرْبی (مغربی) جانب ایک مسجد ہے جو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور اس زمانہ میں اکثر لوگ اس کی زیارت سے محروم ہیں۔ اب رہے وہ مشاہد مشہودہ جو مدینہ مطہرہ میں بقیع سے باہر ہیں وہ تین مشہد ہیں۔

اوّل میں افضل و اعظم مشہد مقدس سید الشہداء حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ عّم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اخوۃ من الرضاعۃ اصل اس قبہ عالیہ کی تعمیر خلیفہ ناصر الدین کی والدہ نے ۵۹۵ء میں کی اور وہ پتھر جس پر تاریخ لکھی ہے بعض جہال نے مسجد مصرع سے جہاں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو کر گرے تھے اٹھا کر یہاں لا رکھی ہے اور سلطان قاتیبانے ۸۹۳ھ میں اس کے صحن و عمارت میں توسیع کی اور دوسری قبر جو اس میں ہے قبر مستقر ترکی کی ہے، جو اس عمارت شریف کا متولی تھا ایک دوسری قبر صحن میں ہے یہ ایک شریف کی قبر ہے امرائے مدینہ سے کسی کو یہ گمان نہ گذرے کہ یہ قبور شہداء ہیں اور زائر کو چاہیے کہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ پر کہ سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر بھی سلام پڑھے۔ یہ دونوں حضرات بھی وہیں مدفون ہیں۔

حضرت ابو جعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور اس کی اصلاح و مرمت کیا کرتی تھیں اور ان کی قبر شریف کی علامت کے لئے ایک پتھر رکھا تھا اور حاکم حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنھا ہر جمعہ کو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر جایا کرتی تھیں اور وہاں جا کر نماز پڑھتی تھیں اور روتی اور دوسری روایت میں ہے کہ ہمیشہ دو تین دن کے وقفہ سے قبور شہداء اُحد کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور جا کر نماز پڑھتی تھیں اور ان کے واسطے دعا کرتی تھیں اور روتی تھیں۔

دوسرا مشہد مالک بن سنان والد ابی سعید خدری رضی اللہ عنہما یہ مشہد شریف مدینہ منورہ کی شہر پناہ کے اندر مغرب کو واقع ہے اس پر ایک قدیم قبہ ہے اور یہ بطرز قدیم البناء ہے شہداء احد سے ہیں کہ ان کو وہاں سے نقل کر کے یہاں دفن کئے گئے۔ یہ مقام قدیم زمان میں داخل بازار مدینہ منورہ تھا۔

تیسرا مشہد معروف بہ نفس زکیہ **وَھُوَ السَّیِّدُ الشریفُ المُلَقِبُ بِالْمَھدِیُ مُحمدِ بن عبدُ اللهِ بن الحسَنِ بنِ الحُسَیْنِ بْنِ علِي المرتَضٰی سَلَامُ اللهِ وَرَحْمَتُه وَبَرَکَاتُه عَلَیهِم اَجمَعِین** جو زمانہ ابی جعفر منصور میں شہید ہوئے تھے۔ یہ مشہد مدینہ منورہ سے باہر ہے جبل سلع کے شرقی

جانب اوراس پر عالی مقبرہ بنا ہوا ہے اور ایک بڑی مسجد جس کے قبلہ کی جانب ایک نہر عین زر قا سے جاری ہے جس کے مشرقی اور مغربی جانب سیڑھیاں ہیں اور اس کے درمیان میں چشمہ جاری کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ جب نفس زکیہ یعنی محمد بن عَبدُاللہ بن الحسن المثنٰی نے منصور عباسی پر خروج کیا۔ بہت سے لوگ ان کی متابعت میں آ گئے۔ منصور نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو چار ہزار آدمی دے کر ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ عیسیٰ بن موسیٰ جبل سلع پر آیا اور کچھ توقف کیا اور محمد بن عبداللہ کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تو آپ کو امان ہے۔ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم عزت کی موت خواری کی زندگی سے بہتر ہے۔ پس آپ اور آپ کے تین سو اصحاب نے غسل کامل کیا اور خوشبو لگائی عیسیٰ اور اس کے احباب پر حملہ کر دیا۔ تین دفعہ اس کو شکست دی۔ آخر بسبب کثرتِ اعداء کے تاب نہ لاتے ہوئے مغلوب ہو گئے۔ ابن جوزی کے پوتے نے ریاض الافہام میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے ان کے سرِ مبارک کو منصور کے پاس بھیجا اور ان کے بدن کو ان کی بہن زینب اور ان کی دختر فاطمہ نے چپکے سے چھپا کر بقیع میں دفن کر دیا لیکن صحیح جو مستفیض اور مشہور ہے جس کو مطری اور اس کے متبعین نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ ان کا دفن اسی مقام پر ہے ان کا قتل احجار زینب کے قریب ہوا جو مشہد سنان بن مالک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ دعائے استسقاء فرمائی تھی۔ کہتے ہیں کہ ذوالفقار علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس تھی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے ان سے کھینچ کر ان کے قتل کے بعد منصور کے پاس بھیج دی اور اس سے رشید کو ملی۔ اصمعی کہتا ہے کہ میں نے اس کو دیکھا اس کے اٹھارہ فقرے تھے اور فقرہ لغت میں (پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہیں) اور یہ ذوالفقار حضرت امیر المومنین کو سرورِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملی تھی۔ جس طرح کتب سیر واحادیث میں مسطور ہے۔ خبر میں ہے کہ روز قتال عبداللہ بن عامر السلمی جو ان کے اصحاب سے ہیں گئے ہیں ایک ابر ہمارے سروں پر آ کر سایہ کرے گا۔ اگر ہم پر برسے گا تو ہمارے فتح ہو گی اور اگر ہمارے اوپر سے گزر کر دشمنوں کے سروں پر پہنچے گا تو جان لو کہ میرا خون احجار ریت پر پڑے گا۔ عبداللہ بن عامر کہتے ہیں واللہ ایسا ہی ہوا جیسا محمد بن عبداللہ نے کہا تھا۔ ایک ابر کا ٹکڑا ہمارے سر پر پیدا ہوا اور ہمارے سر سے گزر کر عیسیٰ بن موسیٰ کے سر پر سایہ کرنے لگا آخر ان کو فتح ہوئی اور محمد بن عبداللہ نے شہادت حاصل کی اور ان کا خون احجار زیت پر پڑا۔ نقل ہے کہ محمد بن عبداللہ کی طرف سے عیسیٰ بن موسیٰ نے حضرت امام مالک رحمۃاللہ علیہ کو بہت تنگ کیا تھا کیونکہ یہ ان سے موافقت رکھتے تھے۔ اس واقعہ کو امام قریری نے "تیمم فی زیارۃ اہل بقیع" میں ذکر کیا ہے۔

اہل بقیع کی زیارت کا سنت طریقہ: یہ ہے کہ پہلے بوقت زیارت یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ الْبَقِیْعِ الغرقدِ اَللّٰھُمَّ لَا تحرمُنا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَا بَعْدَ ھُمْ وَاغفِر لَنَا وَلَھُم اس کے بعد یا اس سے پہلے گیارہ گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھے اور سورۃ اخلاص مقابر کے قریب پڑھنا سنت موکدہ ہے اور خبر میں ہے کہ جو شخص مقبرے میں آئے اور گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب اہلِ مقابر کو ہدیہ بھیجے اس کو بہت زیادہ اجر دیا جاتا ہے اور چاہیے سلام میں سارے آل واصحاب ومومنین جو اس مقبرہ میں ہیں شریک کرلے اور اپنا منہ قبہ شریفہ عمّہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرے جو باب بقیع کے بائیں متصلاً مدفون ہیں اور ختم بھی ان کی زیارت پر کرے۔ اس امر میں علمائے متاخرین اختلاف کرتے ہیں کہ کس کی زیارت سے ابتداء کرے ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت معہ ائمۂ اہلِ بیت رسالت رضوان اللہ علیہم اجمعین کرے۔ اس لئے یہ اسہل و اقرب ہے کہ ان حضرات سے گزر کر دوسروں کی زیارت کرنا سوءِ ادبی ہے کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں اہل مدینہ کا عمل بھی یہی رہا اور بعض مشائخ متاخرین اہل مدینہ مثلاً شیخ محمد بن عراق وغیرہ کو بھی لوگوں نے اسی طرح مشاہدہ کیا ہے اور شیخ مذکور بڑے متبع سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بڑے متقی تھے۔ بعض علماء حنفیہ نے بھی اسی بات کی تصریح کی ہے اور کلام سمہودی بھی بعض مقامات میں اس کی تائید کرتا ہے۔ لیکن انہوں نے ارشاد میں کہا ہے کہ زائر پہلے

موقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد کرے جو دار عقیل کے نزدیک ہے اسی لئے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہو کر کھڑے ہوتے تھے اور اہل بقیع کے لیے دعا کرتے تھے۔ آج کل اس جگہ ایک چھوٹی مسجد ہے اس کو موقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی زیارت کا قصد کرے۔ پھر حضرت فاطمہ بنتِ اسد والدہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنھم کی قبر شریف کی زیارت کرے۔ پھر سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کرے۔ پھر ازواج مطہرات پھر امام مالک پھر امام نافع پھر حضرت عباس پھر حضرت صفیہ عمّہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہم کی زیارت کرے اور جو ان کے ساتھ ان کی بہنیں وغیرہ کہ جزو شریف حضرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس لئے کہ تقدیم دوسروں کی ان پر لازم نہیں۔ یہ مذہب اعدل واقوم ہے۔ **واللہ اعلم!**

ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ زیارت کی ابتداء حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کرے اور کہتے ہیں کہ وہ اہلِ بقیع سے افضل ہیں۔ ابنِ فرحون مالکی وغیرہ نے اس مذہب کو ترجیح دی ہے اور کہتے ہیں کہ ان کی زیارت سے پہلے اگر کسی دوسرے کی قبر سے گزرنے کا اتفاق ہو تو سلام کرے اور چل پڑے تھوڑا سا توقف کرے یہی گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور جو لوگ آپ کے مقبرے میں دفن ہیں ان سے ابتداء کرے۔ اس کے بعد ازواج مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اور جو لوگ ان کے ساتھ مدفون ہیں ان پر سلام کرے اس کے بعد مشہد عقیل پر آئے زیارت کرے اور کافی دیر کے لئے ٹھہرے درود میں بھی طوالت کو ملحوظ رکھے کیونکہ یہ موقف نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اس کے نزدیک دعا قبول ہوتی ہے اس کے بعد سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرے۔(33)

دیگر مزارات: حضرت عبداللہ اور حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہم اور دیگر چند صحابہ کی قبور کو حکومت سعودیہ نے جنت البقیع میں منتقل کر دیا ہے۔ ان سب کے اجسام و کفن پر کسی قسم کی کُہنگی کے کوئی اثرات نہیں پائے گئے بلکہ صحیح وسالم۔ عملِ منتقلی کو صدہا سال کے بعد بھی حاضرین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اسی نواحی گلیوں کے ایک مکان میں قبر عکاشہ بیان کی جاتی ہے جنہوں نے اس فرمانے پر کہا کہ "اگر کسی کا کوئی حق میرے ذمہ باقی ہو تو وہ مجھ سے وصول کر لے۔"

عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن میرے بدن پر قَمْچی(درخت کی ہری اور بغیر پتوں کی پتلی شاخ) ماری تھی۔ حضور نے اپنا کُرتہ اتار کر بدلہ لے لینے کا حکم دیا۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے مہر نبوت کو بوسہ دے کر عرض کیا تھا کہ میں نے اپنا حق پالیا۔ مسجدِ ابوذر کے آگے شارع مطار پر کم وبیش ایک کلو میٹر چلنے کے بعد دائیں جانب خام راستہ پر چند فرلانگ چلیں تو ایک وسیع و بلند عمارت ترکی عہد کی "قرنطینہ" کی نظر آئے گی۔ اسی عمارت کے ایک گوشے میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ابن امام جعفر صادق کا مزار صحیح وسالم موجود ہے، یہ علاقہ "حرہ شرقیہ" کہلاتا ہے۔ وہاں بھی حاضری کی کوشش کیجئے شہرِ مدینہ کے وسط میں حضرت زکی الدین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیجئے۔(34)

نیک مشورہ) قیام مدینہ منورہ میں زیارت نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی صدق دل سے عظمت واحترام کی کوشش کیجئے۔

---

33) (جذب القلوب فی دیار المحبوب، ترجمہ تاریخ مدینہ، باب بارہواں، جنت البقیع کے فضائل، ج1، ص189 الی194، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاھور، سن اشاعت 2000ء)

34) (حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، وهب بن منبه ومنهم الحكيم الدامغ. 373/4 دار الكتب العلمية بيروت. طبعة 1409هـ)

درِ قاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا کچھ نہیں ملتا؟ خدا معلوم یہاں کی حاضری کے بعد راہ سلوک کی کیسی کیسی منازل بآسانی طے ہو کر، مراتب کی غیر محدود بلندیوں تک رسائی نصیب ہو جاتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے تجربہ شدہ، آسان عمل کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ ''شب جمعہ دو رکعت نفل، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی و سورۃ اخلاص گیارہ گیارہ بار پڑھ کر درود شریف ایک سو مرتبہ پڑھا جائے، ان شاءاللہ تین جمعے نہ گزریں گے کہ شفیع المذنبین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی و آلہ وسلم

جنت البقیع کی مناسبت سے جنۃ المعلّٰی (قبرستان مکہ) کا مختصر تذکرہ حاضر ہے۔

جَنّتُ الْمُعَلّیٰ) کعبہ شریف سے ایک میل دور شمال مشرق میں کرہ ارض کا پہلا قبرستان واقع ہے یہ مکہ شریف کا مشہور اور تاریخی قبرستان ہے۔ یہاں پر بیشمار انبیاء کرام علیہم السلام اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین، تابعین، اولیاءاللہ اور بزرگوں کی قبریں ہیں۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنھا بھی آرام فرما ہیں۔ فی الحال اس قبرستان کے دو حصے کر دیئے گئے ہیں اور ان دونوں کے درمیان سڑک نکالی گئی ہے۔ شمال میں ایک چھوٹے احاطہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد کی قبریں ہیں اس میں داخل ہونے کے لئے ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ یہ دروازہ پہلے بند رہتا تھا اور اس کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اب سنا ہے کہ کھل گیا ہے۔ مذکورہ چند مزارات کے علاوہ بیشمار صحابہ کرام و اولیاء عظام و علماء کرام آرام فرما ہیں مثلاً فضل بن عیاض، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدی ابن زبیر، سیدنا عبداللہ بن ابی بکر، سیدنا قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ ہم صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مقدسہ مقبرے ہیں۔ شہر کے توسیع ہونے سے اب یہ قبرستان شہر میں داخل ہو گیا ہے۔ تبع تابعین میں حضرت عطاء ابن ابی رباح، سفیان ابن عیینہ فضل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات مبارک ہیں۔ طبقۂ علماء کرام اور مشائخ عظام سے امام عبداللہ بن یافعی تشیری، سیدنا فضیل بن عیاض اور علی قادری (رضی اللہ عنہم اجمعین)

فقط

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

۱۹ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ